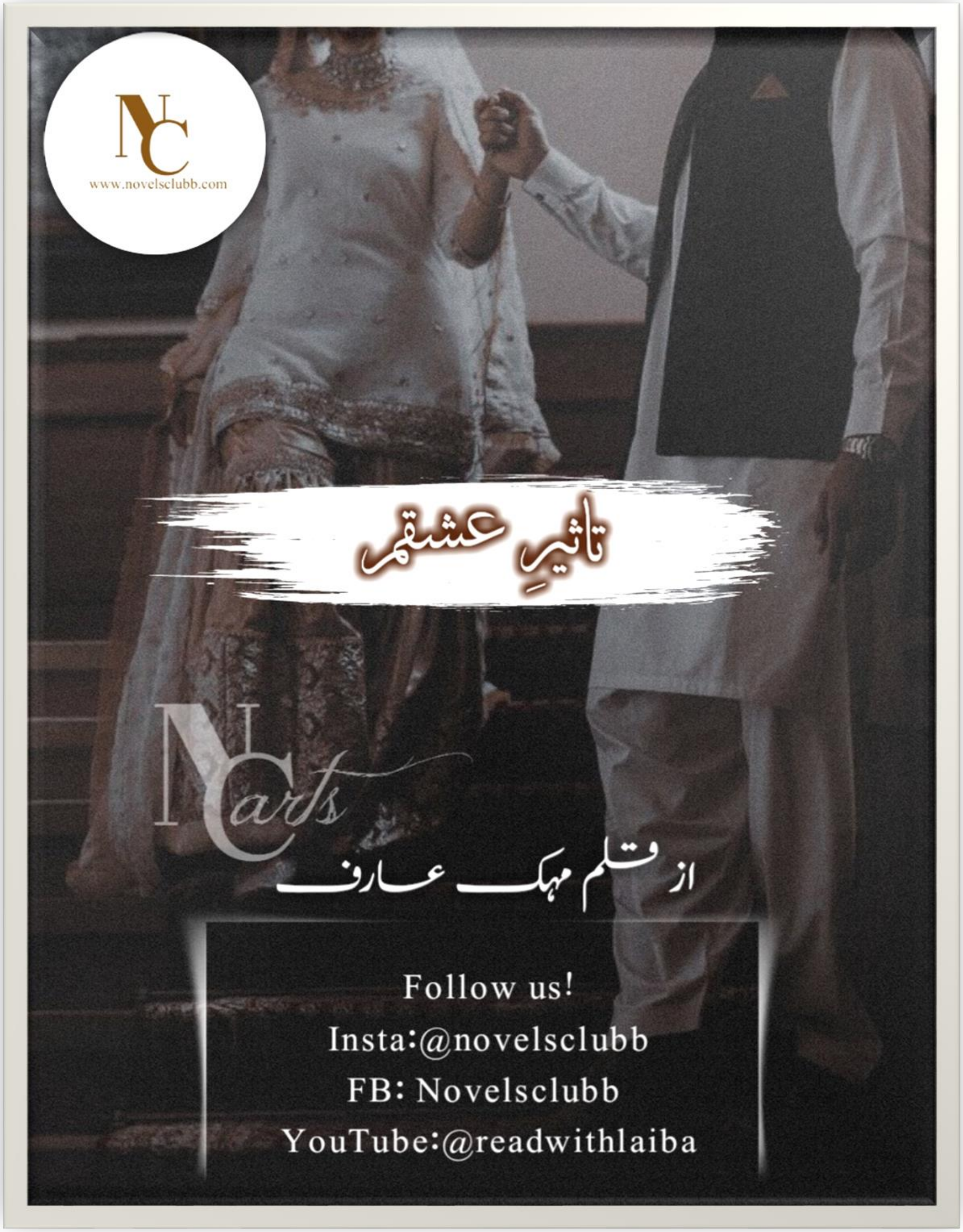
www.novelsclubb.com
تاثیرِ عشقم
arts
از قلم مہک عارف
Follow us!
Insta:@novelsclubb
FB: Novelsclubb
YouTube:@readwithlaiba

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری، ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

تاثیرِ عشقم

از قلم

مہک عارف

www.novelsclubb.com

ناول: تاثیرِ عشقم

از قلم: مہک عارف

باب نمبر: 5

"آہستہ چیخو جیا بالاج سکندر اگر کسی نے سن لیا تو۔" جیا کی نظریں اپنے دائیں جانب اٹھتی گئیں۔ اسے لگا وہ اگلا سیکنڈ شروع ہونے سے پہلے ہی فنا ہو جائے گی۔ کیونکہ سننے والا سن چکا تھا۔ وہ پلک تک جھپکنا بھول گئی۔

اگر آپ کا بھید کوئی اپنا جان لے تو غم نہ کر وہ تمہارا راز کسی تیسرے کو نہیں بتائے گا لیکن اگر وہ بھید کسی پرائے کو معلوم ہو جائے تو تمہارا غم کرنا بنتا ہے۔

جیا سکندر کی مثال بھی اس وقت ایسی ہی تھی وہ وحشت زدہ آنکھوں سے اپنے دائیں جانب کھڑی عالیہ جعفری کو دیکھ رہی تھی۔ جس کے چہرے پر پھیلے حیرت

کے تاثرات اس بات کی عکاسی کر رہے تھے کہ وہ کچھ دیر پہلے ہونے والی گفتگو حرف بہ حرف سن اور سمجھ چکی ہے۔

''سو فائنلی جیا سکندر۔ تم بھی ان لڑکیوں میں سے نکلی جو جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی نا محرم کی محبت میں جکڑ جاتی ہیں۔'' عالیہ کے الفاظ نے اسے تپتے صحرا میں لا کھڑا کیا تھا۔ وہ شل سی ان دو عورتوں کو دیکھ رہی تھی جن کی آنکھوں میں اس کے لیے تنفر اور حقارت تھی۔

''آپ اپنے قیمتی الفاظ اپنے پاس رکھیں جیا سکندر اتنی گئی گزری نہیں ہے کہ اس جیسے بے غیرت انسان کے جھانسے میں آجائے۔'' اس کی بات پر سامنے بیٹھی حریم ناز کا مدھم سا قہقہہ گونجا جس میں طنز واضح تھا۔

''کس کس کا منہ بند کرواؤ گی جیا۔؟ میرا جس کے پاس ٹھوس ثبوت ہیں، اس لڑکی کا جو تمہارا اعتراف اپنے گناہگار کانوں سے سن چکی ہے یا پھر وہاج ملک کا جو اس واقعے کا اہم کردار ہے۔؟'' حریم اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آخر آپ چاہتی کیا ہیں؟ کیا ملے گا آپ کو یہ سب کر کے۔؟" جیا کی بس ہوئی تھی۔

"بالاج سکندر۔" دونوں لڑکیوں نے یک زباں ہو کر بولا۔ حریم نے جھٹکے سے عالیہ کی جانب دیکھا وہ سٹپٹا کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ حریم ناز کا اگلا ہدف وہ بنے۔

"دیکھو جیا سکندر۔ جتنا ہو سکے بالاج سے دور رہنا کیونکہ وہ صرف میرا ہے، چار سال پہلے بھی میرا تھا اور تا عمر بھی میرا ہی رہے گا۔" حریم ناز کی زبان سے یہ الفاظ ایک ادا سے نکلے تھے۔

www.novelsclubb.com

"وہ بالاج سکندر ہیں کوئی سایہ نہیں جو پرچھائی کی طرح ساری زندگی آپ کے رہیں گے۔" جیا حریم کے سامنے سے ہٹ گئی۔ سامنے سٹیج سے نیچے کا راستہ واضح تھا پھولوں سے سجی ایک راہداری جو داخلی دروازے تک جاتی تھی۔ مطلب صاف

تھا کہ وہ جاسکتی ہے۔ حریم لال بھبو کا چہرہ لیے سٹیج سے نیچے اترتی چلی گئی۔اس کی دیکھا دیکھی عالیہ بھی وہاں سے ہٹ گئی۔

''کیا کہہ رہی تھی وہ۔؟"منہا جیا کے قریب آتی پوچھنے لگی۔

''وہ آج بھی بالاج پر نقب لگائے بیٹھی ہے۔"آنکھوں میں نمی اترنے لگی تھی۔وہ رونا نہیں چاہتی تھی۔وہ کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی۔

''بھائی صرف تمہارے ہیں جیا۔اب یہ تمہارا فیصلہ ہے کہ تم ایک اچھی اور خوشحال زندگی جینا چاہتی ہو یا حریم ناز کو خیالات کا مرکز بنا کر اپنے اور بھائی کے درمیان دوریاں اور تلخیاں پیدا کرنا چاہتی ہو۔''منہا نے اسے واپس صوفے پر بٹھایا۔صد شکر کہ کوئی ان کی جانب متوجہ نہیں تھا۔

''میں ایسا نہیں چاہتی منہا۔لیکن جب بھی میری زندگی میں کچھ اچھا ہونے لگتا ہے کچھ یادیں میرے ذہن کو الجھا دیتی ہیں۔میں نہیں سمجھ پا رہی کہ مجھے کیا کرنا

ہے۔"اس کی آنکھیں برسنے کو تیار تھیں جنہیں جھپکتی وہ آنسوؤں کے آگے پل باندھنے لگی۔ منہا اس کی میکسی کا دامن درست کر رہی تھی۔

''تم جانتی ہو آج کے دور میں کامیاب انسان کون ہوتا ہے۔؟"اس نے لمبا گھیر دار دامن مزید پھیلایا۔

"کون؟"جیا نفی میں سر ہلاتی پوچھنے لگی۔

''وہ جو ماضی سے نکل کر مستقبل میں رہنا سیکھ جاتا ہے۔"منہا اس کے ساتھ آ بیٹھی تھی۔اس نے سامنے دیکھا علی اور آفرین جہاں کسی رشتہ دار سے مل رہی تھیں۔ ثانیہ بیگم اور معید سکندر ایک ساتھ کھڑے مہمانوں کا خیال کر رہے تھے۔ بالاج وہاں موجود نہیں تھا نا جانے وہ کہاں تھا۔

''اور ایسے لوگ کہاں پائے جاتے ہیں۔؟"وہ خیالوں میں گم بولی۔

www.novelsclubb.com

،،کیسی بچوں کی سی باتیں کرتی ہو تم بھی۔ایسے لوگ ہمارے ارد گرد ہی ہوتے ہیں۔اگر ہم اپنی آنکھوں پر لگی ماضی کی پٹی ہٹا کر دیکھیں تو یہ دنیااور اس میں رہنے والے لوگ صاف نظر آئیں گے۔بھائی کو دیکھو انہوں نے ماضی میں ایک غلط فیصلہ لیا تھا جس سے دستبرداری حاصل کرنا ان کے بس میں نہیں تھا لیکن تم ان کی اندھیر نگری میں اجالے کی ایک کرن بن کر آئی جو آج ان کا نصیب بن چکی ہے۔"منہا نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھاما۔

،،غلط۔۔کچھ یادیں ہمارے زہن پر اس انداز سے اثر کرتی ہیں جنہیں بھلانا ہمارے بس کی بات نہیں۔"منہا گہرا سانس بھر کر رہ گئی۔

www.novelsclubb.com

،،میں نہیں جانتی ایسی کیا شے ہے جو تمہیں اریٹیٹ کر رہی ہے لہذا اس پر ہم بعد میں بات کریں گے۔فی الحال اپنا موڈ ٹھیک کرو اگر کسی نے دیکھ لیا تو بلا وجہ باتیں بنیں گی۔"منہا نے اس کے ہاتھ پر دباؤ بڑھایا تو جیا نے اثبات میں سر ہلایا۔

وہ اپنے کمرے میں لگے سنگھار میز کے آئینے کے سامنے کھڑی تھی۔ چہرے پر پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ کچھ دیر یونہی کھڑے رہنے کے بعد وہ وارڈروب کی جانب آئی۔ ٹٹول کر ایک ہلکا کاسنی رنگ کا جوڑا باہر نکالا۔ ملک اس کا تمام سامان اس تک پہنچا چکا تھا۔ کب کیوں کیسے یہ جاننے کی انمول نے خواہش نہیں کی تھی۔ اس جوڑے کے ساتھ ہم رنگ ہی دوپٹہ تھا لیکن اسے یہ دوپٹہ نہیں چاہیے تھا۔ اس نے وارڈروب سے ایک اور شاپنگ بیگ نکالا اور اسے لا کر بیڈ پر الٹ دیا۔ سامنے ہی ایک بڑی سی چادر تھی جس کا رنگ خون سے بھی گاڑھا معلوم ہوتا تھا۔ انمول ملک کی نظریں اس کپڑے کے ٹکڑے میں پیوست ہو کر رہ گئیں۔ گھڑی کی سوئیاں بھی ایک دم ٹھہر گئیں۔ وقت الٹے پاؤں چلنے لگا۔

www.novelsclubb.com

وہ شام بھی سردیوں کی شاموں جیسی ٹھنڈی اور یخ تھی اسلام آباد میں سرد موسم کا دورانیہ جتنا کم ہوتا ہے اتنا شدید بھی ہوتا ہے۔ ایسے میں انمول اپنے کمرے کی بالکنی کی ریلنگ پر کہنیاں ٹکائے کھڑی تھی۔ نیلے رنگ کی بیل باٹم پر وہ گلابی گھٹنوں سے

اوپر آتی شرٹ میں ملبوس تھی۔ لمبے سیاہ بال آبشار کی طرح پشت پر بکھرے ہوئے تھے۔ وہ انیس سالہ انمول ملک آج کی میچور اور سادہ انمول سے مختلف تھی۔ وہ کسی ماڈل کی طرح سٹائلش لڑکی تھی جس کی اولین ترجیح کپڑے، جوتے اور کاسمیٹکس ہوتا ہے۔ دفعتاً اس کی نگاہ نیچے پھیلے سبز لان میں گھومتی ایک نقطے پر آ کر ٹھہر گئی۔ وہاں کوئی کھڑا تھا ہاتھ میں ایک شاپنگ بیگ تھامے وہ لڑکا سامنے کھڑی شائستہ بی کو ہدایات دے رہا تھا۔ وہ یک ٹک اس کی جانب دیکھے گئی پچھلی بار انمول کی اس سے لڑائی ہو گئی تھی اور اپنی ناک اونچی رکھتے ہوئے وہ اس شخص سے قطع کلام کر چکی تھی لیکن دل اور آنکھوں کی پیاس پانی تھوڑی مانگتی ہے۔ شائستہ بی سر ہلاتی حویلی کے اندر کی جانب بڑھ گئی تھیں۔ تبھی وہ ایک جھٹکے سے مڑی اور بالکنی کا دروازہ کھول کر کمرے میں گم ہو گئی۔ نیچے اپنی انیکسی کی جانب بڑھتے ملک نے سر اٹھا کر اس کے کمرے کو دیکھا۔ کچھ دیر پہلے کسی کی نگاہوں کی تپش وہ خود پر باخوبی محسوس کر سکتا تھا۔ وہ سر جھٹک کر آگے بڑھ گیا۔

''شائستہ بی۔ یہ آپ کے ہاتھ میں کیا ہے۔؟'' پھولے تنفس کے ساتھ بھاگتی انمول ملک کے قدم سیڑھیوں کے آغاز پر آ کر سمٹ گئے۔

''انمول بیٹی یہ ملک نے دیا ہے کہہ رہے تھے کہ آپ نے منگوایا تھا۔'' وہ آرام آرام سے سیڑھیاں چڑھتی اوپر آ چکی تھیں۔

''میں نے۔'' انمول کے لبوں نے بے آواز حرکت کی۔

''یہ لیں جی یہ رہا آپ کا سامان۔ مجھے دیکھو چولہے پر چائے رکھ کر آئی تھی ابھی تک تو ساری ابل چکی ہو گی۔'' شاپنگ بیگ انمول کو تھما کر وہ ماتھا پیٹتی واپس چلی گئیں۔

اس نے تو ملک سے بات تک نہیں کی تھی کجا کہ کچھ منگوانا۔ اس کا مطلب یہ جو کچھ بھی تھا ملک نے بھیجا تھا۔ انمول کے دل نے ایک بیٹ مس کی۔ تحفہ آیا تھا ہاں ملک کی طرف سے تحفہ آیا تھا اس کا دل معمول سے زیادہ تیز دھڑکنے لگا۔ کمرے میں آ کر اس نے شاپنگ بیگ میں موجود شے باہر نکالی۔ وہ ایک مہرون رنگ کا کپڑا تھا۔ انمول کے آئبرو تعجب سے اکھٹے ہوئے۔ اس نے ایک ہی جست میں اسے کھولا

اندر ایک نفیس سی چادر تھی جس کی باؤنڈری پر سنہرے رنگ سے کڑھائی کی گئی تھی۔انمول ملک کو وہ عام سی چادر دنیا جہاں کے کپڑوں سے افضل معلوم ہوئی۔ اس کا دل خوشی سے اتھل پتھل ہو رہا تھا۔وہ چادر سر پر جمائے آئینے کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔اس کا دل اس بات کا گواہ تھا کہ آج سے پہلے وہ اتنا حسین کبھی نہیں لگی تھی۔اس کی نظر بیڈ پر دھرے لفافے پر گئی وہاں کچھ لگا تھا۔اس نے اسے اٹھایا اور پلٹایا۔

''امید ہے کہ یہ چادر آپ کی زینت بڑھائے گی۔"اس چسپاں نوٹ کو پڑھتی انمول ملک کہیں ماضی میں ہی تحلیل ہوئی تو آج کی انمول کا سراپا واضح ہوا۔وہ چادر اور اس نوٹ میں چھپی بات نے اسے بدل دیا تھا۔اسکا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔محبت تبدیلی نہیں مانگتی لیکن اس نے خود کو بدلا تھا۔وہ ٹھنڈی آہ بھرتی چہرہ ہاتھوں میں گرائے بیڈ پر ٹک کر بیٹھ گئی جب ملک اندر داخل ہوا۔انمول نے چہرہ نہیں اٹھایا۔

"آپ تیار نہیں ہوئیں ابھی تک ہے۔؟"اس نے پوچھا

"میں نہیں جانتی تھی کہ تم بدلے کی آگ میں اس قدر اندھے ہو جاؤ گے کہ میری مجبوری کا فائدہ اٹھانے لگو گے" وہ اس کے روبرو اٹھ کھڑی۔ ملک نے آئبرو اچکا کر اسے دیکھا۔

"آپ کی کون سی مجبوری کا فائدہ اٹھایا ہے میں نے؟"

"تمہیں علم ہے کہ انمول ملک کو تم کتنے عزیز ہو۔ میں تمہاری محبت کی خاطر اپنے باپ کی محبت کو قربان کر سکتی ہوں۔ اسی لیے تم نے میرے کندھوں پر رکھ کر بندوق چلائی ہے ملک۔ تمہیں یہ زیب نہیں دیتا تھا وہ میرا باپ ہے اور مجھے اس سے محبت، عقیدت سب کچھ ہے لیکن دیکھو میں اتنی بے بس ہوں کہ سب جانتے بوجھتے ہوئے بھی تمہارے لیے اپنے باپ کی محبت قربان کر رہی ہوں" ملک نے ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچیں۔

"ایسی محبت کو کیا نام دیا جائے انمول جس میں محبت کے ساتھ ساتھ نفرت بھی برابر کی شریک ہو۔" انمول نے تند نگاہوں سے اسے دیکھا جواب دیوار سے ٹیک لگائے پر سکون کھڑا تھا۔

"یہ ت۔ تمہارا مسلہ نہیں۔ ہے۔" اسکی زبان لڑکھڑائی۔

"کیا آپ اس نکاح سے خوش نہیں ہے ؟؟" ملک نے بلآخر پتے کی بات کی۔

"تم بابا سے بدلہ لینے کے لیے کررہے ہو نا یہ سب ؟" ملک تیر کی تیزی سے سیدھا ہوا

"کیا آپ اس نکاح سے خوش نہیں ہیں۔ ؟" چبا چبا کر الفاظ ادا کیے۔ اعصاب تن گئے تھے۔

"تم یہ سب بابا سے بدلہ لینے کے لیے کررہے ہو نا۔ ؟" وہ اونچی آواز میں چیخی۔

"ملک اتنا بے غیرت نہیں ہوا کہ اپنے دشمن سے بدلہ لینے کی خاطر اسکے گھر کی عزت سے کھیل جائے۔رہی بات نکاح کی تو میں کوئی گن پوائنٹ پر آپ سے نکاح نہیں کر رہا آپ کی رضامندی ہی سب طے کرے گی۔مرضی ہو تو قبول ہے کہہ کر نکاح نامے پر دستخط کر دیجیے گا ورنہ ایک ہی چھت تلے بغیر کسی رشتے کے رہنے سے آپ کو تو اعتراض نہیں ہو گا، لیکن مجھے ہے۔" کہتا وہ جیسے آیا تھا تیزی سے باہر نکل گیا۔انمول ملک کو اس کی بات کسی طمانچے کی صورت لگی تھی۔وہ ہَق دَق دروازے کی جانب دیکھ رہی تھی آنسو بہنے کو بے تاب تھے۔

تبھی ایک سرمئی آنکھوں والی لڑکی اندر داخل ہوئی۔انمول نے اپنی نظروں کا زاویہ بدل لیا۔

"اسلام علیکم۔کیسی ہیں آپ؟" اس کی آواز اس کی شخصیت سے میل کھاتی تھی۔ شائستگی اور چاشنی لہجے میں ڈوبی ہوئی۔اس کا حلیہ قابلِ دید تھا جو سفید رنگ کے کرتا اور شلوار میں ملبوس تھی لیکن انمول ملک اسے نہیں جانتی تھی۔

www.novelsclubb.com

''واعلیکم اسلام۔آپ کو کیسی لگ رہی ہوں ؟"انمول نے بے دلی سے جواب دیا

"خوبصورت۔"یک لفظ جواب پر انمول نے منہ کے زاویے بگاڑتے بیڈ پر دھری چادر اٹھائی۔اس کے سامنے کھڑی سفید کرتا شلوار میں ملبوس لڑکی کے منہ سے بے ساختہ ماشاءاللہ کا لفظ نکلا تھا۔

''دراصل مجھے سر نے بھیجا تھا آپ کو ریڈی کرنے کے لیے۔"اس لڑکی کی بات پر انمول نے ہنکارا بھرتے اپنا رخ اس کی جانب کیا۔

کچھ ہی دیر میں اسے باہر لاؤنج میں لگے صوفوں پر بٹھا دیا گیا۔وہ کانسی رنگ کا جوڑا پہنے اوپر مہرون چادر اوڑھے ہوئے تھی۔ان دو رنگوں کا امتزاج اسے روپ بخش رہا تھا۔اس کے دائیں طرف صوفے پر ملک براجمان تھا جب کہ ان کے سامنے قاضی صاحب کلمات پڑھتے دکھائی دے رہے تھے مومن ابراہیم بھی ملک کے پیچھے کھڑا ہوا تھا۔اس کے چہرے پر کل والے واقعے کا شائبہ تک نہ تھا۔سپاٹ تاثرات چہرے پر سجائے وہ اس نکاح میں شرکت کر رہا تھا۔

اگلے چند لمحات میں ان دونوں کا نکاح خیر و عافیت سے ہو چکا تھا۔وہ انمول ملک سے مسز ملک بن چکی تھی۔ لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ جس دن کا اس نے خواب دیکھا تھا وہ دن اس کی زندگی میں خوشی لے کر نہیں آیا تھا۔اسے اپنے اندر عجیب خالی پن اترتا محسوس ہو رہا تھا۔ذہن کے پردوں پر ملک اور اس کا بدلہ لینے کا جنون لہرا رہا تھا۔اس کے برعکس ملک کے چہرے پر نرم گرم تاثرات تھے۔کوئی بھی اسے دیکھنے سے اندازہ نہیں لگا سکتا تھا آیا کہ وہ خوش ہے یا سوگوار۔

مومن نے آگے بڑھ کر ملک کو گلے لگایا۔مبارکباد پیش کی اور پھر وہ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا اس کا انداز بہت روبوٹک تھا۔اس کے قریب کھڑی سفید کرتا شلوار والی لڑکی نے تاسف سے سر جھٹکا۔کیسا مرد تھا وہ جو بخوشی اپنی محبت قربان کر رہا تھا۔ وہاں ایک بائیس تئیس سالہ لڑکی اور ایک چھبیس سالہ مرد بھی کھڑے ہوئے تھے۔انمول ملک اپنی جگہ سے نہیں اٹھی وہ وہیں بیٹھی ہوئی تھی۔ قاضی صاحب

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

دعائیں دیتے جا چکے تھے ملک اپنے کمرے میں گیا تھا۔ تبھی دونوں لڑکیاں اس کے آس پاس آ کر بیٹھ گئیں۔ انمول منہ پر قفل ڈالے گم سم بیٹھی ہوئی تھی۔

''بہت بہت مبارک ہو آپ کو۔'' سفید رنگ میں ملبوس بسمہ شارق نے انمول کو مبارکباد دی۔ وہ سر ہلا گئی۔ اس کا اتنا ٹھنڈا ردعمل دیکھ کر بسمہ وہاں سے اٹھ گئی۔

اب وہاں فریال ساجد اور باجوہ رہ گئے تھے۔

مومن کچن کاؤنٹر پر گلاس رکھے بوتل سے پانی اس میں انڈیل رہا تھا۔ چہرے پر اداس مسکراہٹ تھی ابھی وہ پانی پینے کو گلاس اٹھاتا کسی نے اس سے پہلے ہی اٹھالیا۔

''اف۔ کتنی گرمی ہے ناں؟'' پانی کا پورا گلاس وہ ایک ہی سانس میں خالی کر گئی۔ بسمہ کی بات پر مومن نے جواب نہیں دیا۔ وہ پیچ و تاب کھاتی رہ گئی۔

''تمہیں نہیں لگتا یہ نکاح بہت جلد بازی میں ہوا ہے۔ اس کے سائیڈ ایفیکٹس بہت برے ہو سکتے ہیں۔'' اب کی بار مومن نے ایک نظر اپنے عقب میں ڈالی۔ انمول ملک وہاں نہیں تھی اب وہاں صرف فریال اور عبید کسی بات پر ہنس رہے تھے۔

''مجھے نہیں لگتا بھائی کو کوئی مسلہ ہو گا۔ وہ اس گیم کے ماہر کھلاڑی ہیں۔" اس کے لہجے میں ملک کے لیے احترام، عزت اور منہ بولتا غرور تھا۔

''دیکھ لینا۔ ویسے بھی جلدی کا کام شیطان کا ہوتا ہے۔" وہ کندھے اچکا گئی۔

''مطلب تمہارا۔" مومن نے زچ کرتی نگاہوں سے اسے تکا۔

''تم نے ان ڈائریکٹلی مجھے شیطان بولا۔؟"

''نہیں میں نے ڈائریکٹلی تمہیں شیطان کہا ہے۔" کمال کا اطمینان تھا مومن کے لہجے میں۔

''مجھے یہاں آنا ہی نہیں چاہیے تھا بلاوجہ میں آگئی۔" مومن ایک سٹول پر بیٹھ گیا

''مجھے بھائی نے کہا تھا ورنہ تمہیں کبھی نہ بلاتا یہاں۔"

www.novelsclubb.com

"ہاں بھئی مشکل میں تو گدھے کو بھی باپ بنانا پڑتا ہے۔" وہ منہ بسور کر بولی۔اس کی بات پر مومن ابراہیم کا قہقہہ چھوٹا۔تینوں نفوس نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔ وہ خجل ہوتا باہر نکل گیا۔ تبھی ملک کمرے کا دروازہ کھول کر باہر آیا۔

اور ان تینوں کو اشارہ کرتا اپنے پیچھے آنے کا کہتا اپارٹمنٹ سے نکلتا چلا گیا۔

"جیا کیا ہوا تم سوئی نہیں ابھی تک ؟؟" منہا نے اسکے ساتھ ہی بیڈ پر دراز ہوتے استفسار کیا۔وہ دونوں ہی پیلا جوڑا زیب تن کیے مایوں کی دلہنیں لگ رہی تھیں۔

"نیند نہیں آرہی۔بے چینی سی ہو رہی ہے؟" وہ آنکھیں موندیں چت لیٹی ہوئی تھی۔

"کس بات کی بے چینی۔؟"

"تم نے کہا تھا کہ ماضی میں رہنے والا انسان کامیاب نہیں ہوتا۔ایسا ہے کیا؟" وہ اسکی جانب کروٹ بدل گئی۔

"ہاں میں نے ایسا بولا تھا۔کیونکہ ماضی میں رہنے والا انسان بلائنڈ ہوتا ہے اسے مستقبل کی فکر نہیں بلکہ ہر لمحے اپنے ماضی کا خوف رہتا ہے۔ایسے میں کامیابی ان لوگوں کا مقدر ٹھہرتی ہے جو اپنے آج کو کھل کر جیتے ہیں۔ جنہیں اپنے گزرے ہوئے کل کی بجائے آنے والے کل کی فکر ہوتی ہے۔"

"اور ایسے لوگوں کو کیا کہتے ہیں۔؟" جیا نے استفسار کیا۔

"فورسائٹڈ، پرواایکٹو اور فیوچر سٹک۔یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو ماضی کو پیچھے چھوڑ کر اپنے کل کی فکر کرتے ہیں۔ماضی ہمیں ہراساں کرتا ہے یہ ایک آسیب کی طرح ہمارے پیچھے رہتا ہے اس سے نکل جانے والے ہی کامیاب ٹھہرتے ہیں۔" وہ ہاتھوں پر لوشن لگا رہی تھی۔

"اچھی فلاسفی جھاڑ لیتی ہو۔" جیا کی آنکھوں میں شرارت ناچ رہی تھی۔

"واٹ دا ہیل۔ یہ کوئی فلاسفی نہیں حقیقت ہے۔ کوشش کرو تمہارا شمار بھی ان لوگوں میں ہونے لگے۔" منہا بدمزہ ہوتی سونے کے لیے لیٹ گئی۔ جیا نے اسے دیکھا وہ آنکھوں پر ہاتھ دھرے سوتی بن رہی تھی۔اس کی نظر سائیڈ ٹیبل پر رکھے موبائل پر گئی کیا اسے اس بات پر عمل کرنا چاہیے یا نہیں؟ یہ سب اس کے دماغ کو الجھا رہا تھا۔ایک طرف وہ شخص تھا جسے آج وہ اپنے تمام تر حقوق سونپ کر اس کے نام ہو گئی تھی۔ وہ جس کا نام جیا کے نام سے جڑ چکا تھا تو دوسری جانب حریم ناز تھی، وہاج ملک تھا جو چاہنے کے باوجود اس کے ماضی کو اس کے سامنے لا پٹکتا تھا اور ان سب میں عالیہ جعفری کا اضافہ اسے خطرے سے دوچار کر رہا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ عالیہ کی نظروں میں وہ کبھی بھی اچھی نہیں رہی اور نہ ہی وہ جیا اور بالاج کے رشتے سے خوش تھی یہی بات جیا کو ہلکان کر رہی تھی اگر جو اس نے جیا کا راز بالاج کو بتا دیا؟ ان تمام حالات سے اس نے ایک بات سیکھی تھی اور وہ یہ کہ:۔

"اپنے راز خود تک رکھنا سیکھو۔"

www.novelsclubb.com

رات کی تاریکی دن کے اجالے میں بدلی تو نارنجی سورج کی کرنیں آسمان سے پھوٹتی کھڑکی کے شیشوں سے ٹکراتی سنہری تاثر دینے لگیں۔جیا اپنے بیڈ پر دراز کمفرٹر سینے تک تانے لیٹی ہوئی تھی۔ہاتھوں میں موبائل تھامے وہ اسے گول گول گھما رہی تھی۔ باتھروم سے پانی گرنے کی آواز منہا کی موجودگی بتلا رہی تھی۔جیا نے موبائل تھامے بالاج نام کی چیٹ کھولی۔آخری پیغام پر تھمس اپ کا نشان جگمگا رہا تھا۔وہ یک لفظی پیغام 'سوری' کا تھا۔جس کے اوپر ایک سطر میں پیغام تھا جو کچھ یوں تھا:۔

''میں اوپر چھت پر تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔اگلے پانچ منٹ میں تم میرے سامنے ہو۔"

پانچ منٹ تو کیا وہ پانچ گھنٹے بعد بھی وہاں نہیں گئی تھی۔جس کا مداوا کرنے کی خاطر اس نے صبح سوری کا پیغام چھوڑا تھا۔

ناشتے کی ٹیبل پر بالاج سکندر کے سوا تمام سکندر ہاؤس کے مکین براجمان تھے۔انہی سب میں نائلہ جعفری اوران کی فیملی بھی تھی۔جیا سیڑھیاں اترتی نیچے آئی۔سلام کرتی وہ ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

''کیاہوا بالاج ابھی ناشتے پر نہیں آیا۔؟"یہ کہنے والی نائلہ جعفری تھیں۔جیانے سر اٹھایا لیکن ہائے رے قسمت سامنے ہی عالیہ جعفری تمسخرانہ مسکراہٹ سے اسے دیکھ رہی تھی۔ جیا کا دل دھڑکا کہیں اس نے کچھ بتا تو نہیں دیا۔؟

اپناراز دوسروں کو تھما دینے والے یونہی لمحہ بہ لمحہ خوف زدہ رہتے ہیں۔

''معلوم نہیں شاید ابھی اٹھا نہ ہو۔رات دیر سے سوئے تھے اس لیے۔"ثانیہ بیگم پاس کھڑی ملازمہ سے ڈونگا پکڑتی بولی۔

''میں انہیں جگا کر آتی ہوں۔"عالیہ اپنا ناشتہ بیچ میں روکتی بول اٹھی۔

''آپ بیٹھیں عالیہ۔ہم مہمانوں کو کوئی کام نہیں کہتے۔میں جاتی ہوں 'اپنے شوہر' کو جگانے۔'' عالیہ کے ساتھ ہی جیا تیزی سے کھڑی ہوئی۔منہا اپنی امڈ آنے والی ہنسی چھپاتی پلیٹ پر جھک گئی۔

''بالاج۔'' دروازہ نوک کیے بنا وہ بالاج کے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔سامنے ہی سٹڈی ٹیبل پر لیپ ٹاپ رکھے وہ کام کرنے میں مصروف تھا۔پلٹ کر دیکھنا تک گوارا نہیں کیا اس نے۔

''بالاج۔'' وہ مزید قدم اٹھاتی اُس کے پاس گئی۔

''ہمم۔'' وہ بولا بھی تو بس اتنا لیکن جیا کو ڈھارس ملی تھی۔

''آپ ناشتے پر نہیں آئے تو میں نے سوچا آپ کو بلا لاؤں؟'' وہ بیڈ کی پائنتی کی جانب بیٹھی تھی۔

"تمہیں میری پرواہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے میں کھاؤں جیوں یا مروں تمہارا اس سب سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہئیے۔" بالاج کا لہجہ سرد تھا۔جیا لب کچلتی اسے دیکھے گئی۔

''آئی ایم سوری۔" بالاج نے اس کی جانب دیکھا۔وہ کانوں کو پکڑے چہرے پر بلا کی معصومیت سجائے اس سے گویا تھی۔

"پلیز جاؤ یہاں سے" وہ اکتائے ہوئے لہجے میں کہہ گیا۔لیکن اس کی بات پر جیا کی آنکھیں نم ہوئیں تھیں۔

''میں سوری کہہ تو رہی ہوں نا پلیز معاف کر دیں۔آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔" بالاج اس کی آنکھوں سے نظریں چراتا اٹھ کھڑا ہوا۔

''تمہارا سوری نہیں چاہیے مجھے تنگ نہیں کرو۔جاؤ یہاں سے۔" جیا نے حیرت سے اسے دیکھا یہ تو اس بالاج سے قطعاً مختلف تھا جسے اس نے پچھلے چند دنوں میں

دیکھا تھا۔مانا کہ اسکی غلطی ہے لیکن اتنی بے رخی اور بے اعتنائی کہ اگلا بندہ مرنے کی خواہش کرنے لگے۔وہ اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

"تمہاری زندگی میں صرف بالاج سکندر کی اہمیت ہونی چاہئیے جیا بالاج سکندر۔یہ سب تمہیں احساس دلوانے کے لیے از حد ضروری تھا۔" بالاج نے لیپ ٹاپ بند کر دیا۔اب وہ بستر پر اوندھے منہ لیٹا ہوا تھا۔دل ہر کام سے اچاٹ ہو گیا تھا۔کل شب منہا اور جیا کی رخصتی ہونا تھی۔وہ اس سے پہلے ہی تمام معاملات سلجھا لے گا اسے یقین تھا۔ادھر اپنے کمرے میں داخل ہوتی جیا کا دل چاہا چیخ چیخ کر روئے۔بند باندھے آنسو گالوں پر بہہ نکلے تھے۔رونے کے شغل سے فارغ ہونے کے بعد وہ ایک ارادے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

www.novelsclubb.com

دن تو جہانداد ملک کی حویلی پر بھی طلوع ہوا تھا لیکن اس سب سے یکسر بے نیاز وہ خود کو کمرے میں بند کیے ہوئے تھے۔ملازم ناشتے کا پوچھ کر جا چکے تھے۔ لیکن وہ

اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہوئے۔ تنہائی کا غم کتنا جان لیوا ہوتا ہے یہ آج ان کو پتا چل رہا تھا۔ راکنگ چیئر پر جھولتے وہ ماضی کی یادوں میں گم تھے۔ سوچیں ان کے دماغ کا محور کیے ہوئے تھیں۔ کوئی شخص دروازہ بنا ناک کے اندر داخل ہوا۔ وہ اسے اسکی خوشبو سے پہچان گئے۔ اس لیے خاموش بیٹھے رہے۔

''السلام علیکم۔" ملک نے اس شخص پر سلامتی بھیجی جس کی بربادی کا مرتکب وہ خود بننے جا رہا تھا۔

''سلام کا جواب دینا تو ہر مسلمان پر فرض ہے۔" اس کے طنز پر جہانداد ملک نے سر جھٹکا، وہ اس کا ضبط آزمانے آیا تھا۔

''خیر۔ آپ تو مسلم نون مسلم کی باتوں کو رہنے ہی دیں میں یہاں آپ سے یہ کہنے۔۔۔" اس کے لفظوں کو بریک جہانداد ملک کی آواز نے لگایا تھا۔

''میری بیٹی کہاں ہے ملک۔؟" وہ سرد نگاہوں سے اسے دیکھ رہے تھے۔

www.novelsclubb.com

"آہاں۔ لفظوں کا تلفظ درست کیجئے سسر جی۔ آپ کی بیٹی نہیں میری بیوی ہیں وہ اور اس وقت خیر خیریت سے اپنے شوہر کے گھر میں موجود ہیں۔" ملک کو جہانداد ملک کی یہ حالت جانے کیوں مزا دے رہی تھی۔

"تم نے اس سے نکاح کر لیا۔" ان کے لہجے میں حیرت تھی اب کی بار حیرت نے ملک کے چہرے کا بھی احاطہ کیا تھا۔

"کیا آپ کو آپ کے وفادار ملازم نے نہیں بتایا۔ چچ۔ میں تو اسے کل شام میں ہی آگاہ کر چکا تھا۔ لیکن افسوس کہ وہ شخص بھی آپ کے ساتھ مخلص نہیں۔"

جہانداد ملک جیسے گہری نیند سے بیدار ہوئے تھے۔ چہرے پر کرب کے آثار نمودار ہونے لگے۔ وہ گہرے صدمے کا شکار تھے۔

"اسے میں نے ایک ضروری کام دیا تھا۔ اسی لیے شاید وہ بھول گیا ہو گا۔" جہانداد ملک کی بات پر وہ سر جھٹک کر ہنس دیا۔

"بیان بدل رہے ہیں؟"

www.novelsclubb.com

''کام کی بات کرو۔" جہانداد ملک نے اسے ٹوکا۔

''چلیں پھر کام کی بات کر لیتے ہیں۔ابھی کچھ دیر میں یہاں پولیس آجائے گی جو آپ کو گرفتار کر کے اس گھر کو بند کر دے گی۔" بنا لگی لپٹی کے اس نے بات شروع کی۔

''پولیس۔پولیس کا کیا کام یہاں۔" جہانداد ملک اضطراب کی کیفیت میں مستفسر ہوئے۔

''جو ٹرک اس دن پولیس نے ہائی وے سے بازیاب کیا تھا۔ماشاءاللہ اس کا ڈرائیور دو کوڑے پڑنے پر ہی کروڑوں کا احسان بھول گیا اس لیے اب تمام ثبوتوں اور گواہوں کے تحت پولیس یہاں آئے گی اور آپ کو لے کر چلی جائے گی۔" ملک نے بڑے مزے سے گویا ان کے سر پر دھماکہ کیا تھا۔

"حل؟"

''حل تو کوئی بھی نہیں ہے لیکن ایک دوسرا آپشن ضرور ہے وہ کیا کہتے ہیں۔ہاں چور راستہ۔"ملک نے ہاتھ میں پکڑی فائل ان کے سامنے لہرائی۔

"آگے بولو"ہاتھ سے بات جاری رکھنے کا اشارہ کیا

"وہ یہ کہ ان دستاویزات پر سائن کر کے ڈیل ڈن کریں اور میں یہ معاملہ رفع دفع کر دوں گا۔"صلح جو انداز میں اس نے یہ بات جہانداد ملک تک پہنچائی۔انہوں نے فائل کو کھول کر دیکھا۔آنکھیں ابل باہر آئیں وہ ان کی آدھی پراپرٹی کے کاغذات تھے۔

''مجھے کچھ وقت چاہیئے ہو گا۔"انہوں نے فائل پاس میز پر رکھی۔زمین کا سودا عزت کے سودے سے بڑا نہیں تھا۔

''بالکل (ملک نے سر ہلایا) ایسے فیصلوں میں وقت تو لگتا ہے نا سو آپ دل کھول کر تین دن کا وقت لے لیں۔لیکن فیصلہ میری مرضی کا ہونا چاہیے۔"اس نے واپسی کے لیے قدم بڑھائے۔

"تم مجھے آپ کہہ کر کیوں مخاطب کرتے ہو؟" انہوں نے استفسار کیا۔

"وہ اس لیے سسر جی کہ میرے ماں باپ کی گیارہ سالہ تربیت نے مجھے آپ سے بڑوں سے بات کرنے کی تمیز سکھائی ہے۔ ورنہ لائق تو آپ 'تم' کے بھی نہیں۔" آگ لگاتا وہ وہاں سے نو دو گیارہ ہو گیا تھا۔ جہانداد ملک نے جھپٹنے کے سے انداز میں فائل اٹھا کر دوبارہ دیکھی۔ ضبط کے کڑے مراحل سے گزرتے وہ صبر کے گھونٹ پی گئے۔ انہیں اپنی بیٹی عزیز تھی اس کے لیے وہ کچھ بھی کرنے کو تیار تھے۔ وہ اٹھے اور کمرے سے باہر نکل گئے۔ انہیں فلوقت کسی سے بہت ضروری گفتگو کرنی تھی۔

www.novelsclubb.com

سورج اپنے جوبن پر گرمی ڈھا رہا تھا۔ وہ بار بار اپنے ماتھے پر آیا پسینہ دوپٹہ کے پلو سے پونچھتی کچن میں کھڑی کام کر رہی تھی۔ بالاج کی پسند کی کوئی ڈش ایسی نہیں تھی جو اس نے بنائی نہ ہو۔

''جیا بیٹا بس کرو تھک جاؤ گی۔"ثانیہ بیگم نے اسے کوئی دسویں بار ٹوکا تھا۔ لیکن وہ جیا سکندر ہی کیا جو کسی کی سن جائے۔ وہ آج صبح سے کھانا بنانے میں جتی ہوئی تھی۔ ثانیہ بیگم حیرت و بے یقینی سے اس کا یہ روپ دیکھ رہی تھیں۔

''کچھ نہیں ہوتا ماما۔ بالاج کو منانے کے لیے میں کچھ بھی کرنے کو تیار ہوں۔"ثانیہ بیگم ٹھنڈی سانس بھرتی ٹیبل پر رکھی سلاد کاٹنے لگی تھیں۔ نائلہ جعفری اور ان کی فیملی اس وقت گھر پر موجود نہیں تھیں۔

''زرقہ بی۔ آپ جا کر بالاج کو بلا لائیں۔" کھانا ڈائننگ ٹیبل پر سیٹ کرتے اس نے ملازمہ کو حکم صادر کیا۔ اگلے چند منٹ بعد بالاج سکندر آتا دکھائی دیا۔ اب کہ ثانیہ بیگم اور بالاج ڈائننگ ہال میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جیا ہاتھ میں سالن کا ڈونگا پکڑے ہال میں داخل ہوئی۔

''مجھے کورمہ نہیں پسند۔" بالاج کی بات پر اسکے سالن ڈالتے ہاتھ رکے تھے۔

"اوکے پھر آپ یہ پلاؤ ٹرائی کریں بہت مزے کا بنا ہے۔" وہ اپنی نشست سنبھالتی بیٹھ گئی تھی۔ یہ بندہ اب کچھ زیادہ ہی نخرے دکھا رہا تھا۔

"یہ سب تم نے بنایا ہے؟" جیا کی حالت رونے والی ہوئی۔ جانتے بوجھتے ہوئے بھی وہ پوچھ رہا تھا۔ اس کا لہجہ جیا کو تکلیف دے رہا تھا لیکن وہ پھر بھی سنگ دل بنا اسے مزید چوٹ دے رہا تھا۔ وہ آنسو پیتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ٹھیک ہے اسے رہنے دیں۔ آپ مت کھائیں۔" وہ غصے سے نتھنے پھیلائے بالاج کے سامنے سے پلاؤ کی ٹرے اٹھانے لگی تھی جب بالاج نے وہ اچک لی۔

"ماما اپنے بیٹے سے کہہ دیں میری بنائی کسی شے کو ہاتھ لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ ثانیہ بیگم سے مخاطب ہوئی۔

"کیوں میری بیوی نے اتنے پیار سے بنایا ہے میں تو کھاؤں گا۔ اینڈ ٹرسٹ می میں ہاتھ سے نہیں منہ سے کھاتا ہوں۔" اس کی بات پر جیا نے اسے گھورا تھا جو مسکراہٹ ضبط کرتا اپنی پلیٹ میں سالن ڈال رہا تھا۔

''بیٹھ جاؤ جیا۔" وہ اپنی ساسوماں کے کہنے پر دوبارہ بیٹھ چکی تھی۔

''یہ تم نے روٹی بنائی ہے یا دنیا کا آٹھواں عجوبہ ایجاد کیا ہے؟" جیا گڑبڑائی تھی لیکن منہ سے کچھ نہیں بولی۔ بالاج روٹی ہاتھ میں اٹھائے اسے دیکھ رہا تھا جو بقول جیا کے روٹی تو تھی لیکن کسی بھی اینگل سے روٹی نہیں لگ رہی تھی۔

''یا اللہ! ایسی پھوہڑ بیوی مجھے ہی ملنا تھی۔" اس کی بات پر ثانیہ بیگم مسکرائی تھیں۔ جیا کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

''مجھے صرف روٹی ہی بنانی نہیں آتی نا باقی تو سب کر لیتی ہوں۔"

''کوئی بات نہیں وہ میں باہر سے لے آیا کروں گا۔" بالاج نے کھانے کا پہلا نوالہ جیا کی جانب بڑھایا۔ وہ سٹپٹا کر ثانیہ بیگم کو دیکھنے لگی جو خود کو لاتعلق ظاہر کر رہی تھیں۔ اور پھر وہ نوالہ نگل گئی۔ کھانا خوشگوار ماحول میں کھایا گیا تھا۔ بالاج سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جیا اس کی مصنوعی ناراضگی کو اتنا سیریس لے لے گی۔ خود کو ملامت کرتا وہ خود سے کبھی جیا سے نہ ناراض ہونے کا عہد کر گیا تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اس وسیع و عریض رقبے پر پھیلے مار شل آرٹ سینٹر میں گہما گہمی کا ماحول تھا۔ لوگوں کا شور کانوں کے پردے پھاڑ رہا تھا۔ جیسے عموماً اسکولوں اور کالجوں میں بے ہنگم شور ہوتا ہے ویسے ہی اس سینٹر کا ماحول تھا۔ لڑکے اور لڑکیوں کے ہاسٹل کو چھوڑ کر اس گول عمارت میں آؤ تو نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کی چہل پہل اپنے عروج پر تھی۔ وہ بھاگنے کے انداز میں اوپری فلور پر موجود کلاس روم کی جانب بڑھ رہی تھی۔ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اس کا تنفس پھول چکا تھا۔ کلاس روم کے دروازے کے قریب رک کر اس نے گہرا سانس لیا۔ ہاں اس سرمئی آنکھوں والی لڑکی نے اور پھر وہ کلاس میں داخل ہوئی۔

"مے آئے کم ان سر؟" انگریزی میں اندر داخل ہونے کی اجازت طلب لی پروجیکٹر سکرین کی جانب رخ موڑے کھڑے 'سر' نے آواز کے تعاقب میں دیکھا ۔پوری کلاس ڈسٹرب ہو کر اسے دیکھ رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"نو۔ گیٹ آؤٹ۔" مومن ابراھیم کی کرخت آواز پر وہ اسے ایک گھوری سے نواز گئی۔ جس کا اثر نہ لیتے ہوئے مومن نے اپنا اور کلاس کا دھیان ایک بار پھر سکرین پر چلتی تحریر کی جانب مبذول کرایا۔

"پر سر۔۔" وہ تلملا کر مڑا۔ گہری بھوری آنکھوں میں ناپسندیدگی پھیل گئی۔

"رول نمبر 1 ۔ پنکچوئیشن Punctuation عام الفاظ میں جسے وقت کی پابندی کہتے ہیں۔ اور آپ پورے سات منٹ لیٹ ہیں۔ (ہاتھ پر بندھی گھڑی دیکھی) اگلی دفعہ آپ اگر تیس سیکنڈ بھی تاخیر سے آئیں تو آپ کو کلاس سے بے دخل کر دیا جائے گا۔" تیسری قطار میں بیٹھی فریال نے بسمہ کو دیکھا تھا۔ لیکن وہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوئی۔

"واٹس رانگ وِد یو مِس۔؟ آئی سیڈ گیٹ آؤٹ۔" مومن نے دروازہ اسکے منہ پر بند کیا تھا۔ کلاس کے باقی سٹوڈنٹس نے اپنا بیٹھنے کا انداز درست کیا تو کئی سٹوڈینٹس

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نے اپنا پورا فوکس 'سر' کی جانب کر لیا۔ وہ تمام مومن ابراہیم کو مزید غصہ نہیں دلانا چاہتے تھے۔ کیونکہ

'اصولوں کی پابندی مومن ابراہیم کے لیے زندگی سے زیادہ ضروری تھی۔'

تہہ خانے میں موجود اس کمرے تک کا سفر آج بھی ویسا تھا۔ بمشکل وہ وہاں پہنچے تھے۔ اندھیرے نے ان کا استقبال کیا تو بتی جلانے سے روشنی نے اپنا رقص دکھایا۔ صوفیہ ابراھیم گٹھری کی مانند بیڈ پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ جہانداد ملک ایک کرسی ان کے سامنے رکھ کر بیٹھ گئے۔ اس کمرے میں صوفیہ ابراہیم کو ہر شے مہیا کی جاتی تھی ماسوائے ٹیکنالوجی اور دھاتی اشیاء کے۔

"کیسی ہو؟" نام لینے سے گریز کیا۔ مقابل کان بند کیے بیٹھا تھا۔

''تم جانتی ہو میں نے کبھی سالوں سال اس کمرے کا رخ نہیں کیا تھا لیکن اس بار میں ایک مہینے میں دو بار یہاں آچکا ہوں۔ وجہ جانتی ہو کیوں؟" وہ چند پل کو خاموش ہوئے تو ہر شے جیسے ساکت ہوئی تھی۔ نیلی پینٹ شدہ دیواروں نے دم سادھ لیا۔ سانسوں کی مدھم رفتار کی آواز خاموش فضا میں گونجنے لگی۔

"میری بیٹی۔(وجہ بتلائی). وہ میری بیٹی تھی صوفیہ۔ انمول ملک جہانداد ملک کی بیٹی تھی۔ وہ میری طرح مضبوط اور بہادر تھی۔ بس اس سے ایک کوتاہی ہو گئی کہ وہ میرے دشمنوں کے بیٹے سے دل لگا بیٹھی۔ اور جہانداد ملک اتنا بے غیرت نہیں ہوا تھا کہ بخوشی اپنی بیٹی کو اس شخص کے ساتھ رخصت کر دیتا۔" وہ اپنے خالی ہاتھ کو دیکھ رہے تھے۔ وہ دیکھ نہیں پائے کہ وہ وجود کن نگاہوں سے انہیں تک رہا تھا۔

"لیکن دیکھو آج میں خالی ہاتھ رہ گیا۔ وہ بدذات میری بیٹی کو بیاہ کر لے گیا اور مجھے خبر تک نہ ہوئی۔ اس معاملے میں میں بہت بدقسمت ہوں کہ کوئی بھی شخص جہانداد ملک کے ساتھ مخلص نہیں۔" وہ دم روکے انہیں سن رہی تھی۔

''نہ تم۔نہ ملک۔اور نہ ہی میری اپنی بیٹی۔"انہوں نے نظر اٹھا کر صوفیہ ابراہیم کو دیکھا۔ان کی آنکھوں میں کرچیاں تھیں۔کوئی خواب ٹوٹ جانے کی کرچیاں تو کوئی دل کے ریزہ ریزہ ہو جانے کے ٹکڑے۔

"لیکن میں ہار نہیں مانوں گا تم سب کو مرنا ہو گا۔جہانداد ملک کے عتاب سے کوئی نہیں بچ سکتا۔"وہ جنونی کیفیت میں یہ الفاظ دوہرا رہے تھے۔

''اللہ اکبر۔(اللہ سب سے بڑا ہے)"زبان کا قفل ٹوٹا تھا۔جہانداد ملک ساکت ہوئے تھے۔جس آواز کو سننے کی چاہ انہیں پچھلے تئیس سالوں سے تھی وہ آج پوری ہوئی تھی۔اب صوفیہ ابراہیم کو بولنے سے کوئی روک نہیں سکتا تھا۔

"آج تئیس سال بعد تمہاری آواز سنی ہے تو ایسا لگ رہا ہے جیسے کوئی پیاسا ایک عرصے بعد سیراب ہوا ہو۔لیکن تم نے اپنے اور میرے ساتھ بہت غلط کیا ہے۔آج میں خاموش بیٹھوں گا اور ابراھیم کی بیوی بولے گی۔یہ ملک آج صرف سنے

گا۔" باہر سے کسی شے کی آواز آئی تھی۔ کسی شے کی بری طرح غرّانے کی آواز لیکن وہ دنیا جہاں سے غافل اپنے سامنے بیٹھی عورت سے ہمکلام تھے۔

"ہر عروج کو زوال ہے، ہر بہار کے بعد خزاں ہے، ہر محبت میں نفرت ہے اور ہر رشتے کا لہو رنگ سفید ہے۔" وہ بولنے لگی تھیں۔ جہانداد ملک نے سر جھٹکا۔ چہرے پر کرب کے تاثرات پھیلنے لگے تھے جنہیں وہ مہارت سے چھپا گئے۔

"تمہارا زوال آج سے شروع ہو چکا ہے ملک۔ تمہاری سب سے بڑی طاقت، تمہاری بیٹی تم سے چھین لی گئی ہے۔ پہلے تم تڑپو گے پھر سسکنے لگو گے۔ عنقریب تم روؤ گے اور پوری دنیا تمہیں روتا دیکھے گی۔ لیکن تمہاری پکار سننے والا کوئی نا ہو گا۔" جہانداد ملک کو اس کمرے سے گھٹن محسوس ہوئی کوئی ان دیکھی رسی تھی جو ان کے گلے کے گرد بندھی جانے لگی۔

"میرا رب بے غرض دیتا ہے وہ کیڑے کو پتھر میں رزق دیتا ہے۔ مچھلی کو پانی میں پالتا ہے۔ وہ بڑا عطا کرنے والا ہے۔ اس نے کافروں کو مہلت دے رکھی ہے اور

ظالموں کی رسی ڈھیلی کر رکھی ہے۔اور جب وہ یہ رسی کھینچے گا تو تم منہ کے بل گرو گے۔ تمہیں اٹھانے والا کوئی نہ ہو گا۔"رسی کا پھندا مضبوط ہوتا جارہا تھا۔جہانداد ملک کے چہرے پر پسینے کے قطرے نمودار ہونے لگے۔

،،تمہیں اس قید سے نکلنے کے بارے میں سوچنا چاہیے۔صو۔صوفیہ۔"وہ اٹھ کر دروازے کی جانب بڑھے۔یہاں بیٹھنا محال ہو گیا تھا۔

"میرا بیٹا آئے گا۔"جہانداد ملک کے قدم تھم گئے چہرے پر تمسخرانہ تاثر ابھرا۔

"اسے معلوم بھی نہیں کہ تم اس کی ماں ہو۔اس کی ماں آج سے تئیس برس قبل خالق حقیقی سے جاملی تھی۔"صوفیہ ابراہیم کی مدھم ہنسی گونجی۔

"میرا بیٹا آئے گا جہانداد ملک وہ اپنی ماں کو بچانے آئے گا وہ ضرور آئے گا۔"جہانداد ملک ان کی بات سن کر رکے نہیں تھے بلکہ باہر نکلتے چلے گئے تھے۔

''مومن ابراھیم میرا بیٹا ہے جہانداد ملک اور میں اس کی ماں ہوں۔'' وہ دیوانہ وار کہے جا رہی تھیں۔نیلے رنگ میں مزین دیواروں نے ترحم سے انہیں دیکھا تھا۔

وہ ابھی تہہ خانے سے باہر نکلے ہی تھے کہ ایک ملازم دوڑتا ہوا ان تک آیا۔تپتی دھوپ میں بھی ان کی آنکھیں شعلہ بار ہوئی تھیں۔وہ لب بھینچے حویلی کے عقب میں دائیں جانب لگے پنجروں کی جانب بڑھے۔حویلی کے تمام ملازم وہاں جمع تھے۔جہانداد ملک کے چہرہ سفید ہوتا جا رہا تھا۔

''تمہارا زوال آج سے شروع ہو چکا ہے ملک۔'' ذہن میں الفاظ گردش کرنے لگے تھے۔

سامنے ہی ان کا وفادار جان سے عزیز،ان کا دوست ان کا پالتو چار مَن چار فٹ کا شیر ڈھیر ہوا پڑا تھا۔

''کس نے کیا ہے یہ۔؟" وہ بولے نہیں دھاڑے تھے۔ایسی دھاڑ حویلی میں موجود لوگوں نے پہلی بار سنی تھی۔وہ والہانہ انداز میں شیر کا سر اپنی گود میں رکھ کر بیٹھ گئے۔

''ڈاکٹر کو بلاؤ جبار۔ جلدی کرو۔" وہ چیخ رہے تھے۔ جبکہ ان کی گود میں سر رکھا جانور کب کا اپنی آخری سانسیں جی چکا تھا۔

''سس۔ سر۔ یہ مر چکا ہے۔" جبار جسے انہوں نے محض شیر کی دیکھ بھال کے لیے رکھا ہوا تھا، وہ اٹک اٹک کر بولا۔

''نہیں۔ یہ نہیں مر سکتا یہ بچ جائے گا تم دیکھنا یہ میرے ساتھ بے وفائی نہیں کر سکتا۔" ان کی آواز میں نمی گھل رہی تھی جسے وہ بدوقت روکے ہوئے تھے ورنہ دل چاہ رہا تھا کہ پوری دنیا تہس نہس کر دیں۔

''بابا۔ بابا کیا ہوا اسے ؟۔ صبح تک تو یہ بالکل ٹھیک تھا۔" وہاج بھی ان کی دھاڑ سن کر وہاں آن پہنچا تھا۔ کیا عورتیں کیا مرد سب وہاں جمع تھے ان سب میں شائستہ بی بھی تھیں۔

''میں ایک ایک سے نمٹ لوں گا۔ چھوڑوں گا نہیں میں کسی کو۔" انہوں نے اپنا ہاتھ شیر کے زخم پر رکھا تھا۔ اس بات سے وہ انجان نہیں رہ پائے تھے کہ اسے گولی لگی تھی۔ ان کا ہاتھ اور دامن خون سے بھر چکا تھا۔ اگر تم اس وقت ان کی حالت دیکھو تو ان کے لیے رحم کی بھیک مانگو گے۔

''تم سب یہاں کھڑے تماشہ کیا دیکھ رہے ہو۔ جاؤ دفعہ ہو جاؤ یہاں سے۔" وہاج نے ان سب کو ڈپٹا جو خاموش تماشائی بنے کھڑے تھے۔

''کیوں شیر و کیوں ؟۔ تم تو مجھ سے وفادار تھے اتنی جلدی کیوں دغا دے گئے۔" انہیں وہ پل یاد آیا جب ایک چھوٹا سا شیر کا بچہ ان کے پیر چاٹ رہا تھا۔

"تم تو ایک اعلیٰ نسل کے وفادار ساتھی تھے۔ تمہیں تو بے وفائی زیب نہیں دیتی تھی۔" انہوں نے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور جسم ٹھنڈا۔ بال جو ہمہ وقت روئی سے نرم اور تر و تازہ رہتے تھے اس وقت کسی مردہ جیسی حالت میں تھے۔ وہ اور جہانداد ملک ایک دوسرے کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ جہانداد ملک اس سے اپنی باتیں شئیر کر رہے تھے اور وہ کانوں کو چوکنا رکھے ہوئے تھا۔ اب وہ دونوں تھے اور آس پاس لوگوں کی لاشیں تھیں لیکن شیرو نے کسی کا خون تک نہیں چکھا تھا۔ وہ اپنے مالک سے وفادار، دھوکے باز اور فریب کاروں سے دور رہتا تھا۔

www.novelsclubb.com

ایک کے بعد ایک منظر ان کی آنکھوں کے سامنے چلنے لگا۔

"عنقریب تم روؤ گے۔" ایک آنسو ان کی آنکھ سے نکلا اور شیر کے بھورے بالوں میں جذب ہو گیا۔ وہاج ملک وہاں کھڑا دکھ اور ملال سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ اس سے اپنے 'باپ' کی یہ حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی۔

''بابا اٹھیں اندر چلیں۔وہ آپ کو چھوڑ کر جا چکا ہے۔"وہاج نے ان کے کندھے پر دباؤ بڑھایا وہ چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔اس حصے میں دھوپ نہیں تھی۔ وہاں چھاؤں تھی اور شیر کے لیے خاص طور پر ائیر کولر اور برف کا انتظام کر رکھا تھا۔لیکن سب کچھ ختم ہوتا جارہا تھا۔برف گرمی کی وجہ سے پگھل رہی تھی اور ٹھنڈی چھایاسہ پہر ہونے کے باعث چھٹ رہی تھی۔انہوں نے نفرت سے اپنی گود میں سر رکھے پُر سکون سوئے ہوئے شیر کو دیکھا۔

''تم بھی دھوکے باز نکلے۔تم بھی مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔کوئی بھی جہانداد ملک کے ساتھ مخلص نہیں ہے۔"آخری جملہ نہایت آہستگی سے ادا کیا۔اور پھر کسی اچھوت کی مانند اس کے بے جان وجود کو خود سے دور کر دیا۔آنکھیں شدت ضبط سے سرخ ہو رہی تھیں۔انہوں نے وہاج کو دیکھا وہ انہیں ریلیکس ہونے کا اشارہ کر رہا تھا۔اس کی آنکھوں میں اپنے لیے دکھ ان سے دیکھا نہیں گیا وہ حویلی کے اندرونی

www.novelsclubb.com

حصے کی جانب بڑھتے چلے گئے۔ وہ قابلِ ترس نہیں بننا چاہتے تھے لیکن وہ بن رہے تھے۔

ملک اپارٹمنٹ کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ چھوٹی سی راہداری سے گزرتے ہوئے وہ ٹھٹھکا تھا۔ اس نے سامنے دیوار پر لگی وال کلاک پر وقت دیکھا۔ گھڑی کی سوئیاں رات کا ایک بجا رہی تھیں۔ وہ جو سوچے ہوئے تھا کہ اس وقت تک انمول سو چکی ہو گی تو وہ غلط تھا۔ لیونگ روم میں پڑے سیاہ، سنہری پٹیوں والے صوفوں پر انمول ملک براجمان تھی۔ کل کے برعکس وہ آج ٹی پنک کلر کے پیروں کے ٹخنوں کو چھوتی قمیض اور شلوار میں ملبوس تھی۔ دوپٹہ کندھوں پر ڈھلک رہا تھا۔ بالوں کی ہلکی پونی میں سے آوارہ لٹیں اس کے خوبصورت چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔

ملک کو دیکھ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کہاں سے آرہے ہو تم۔؟" تیکھے چتونوں سے اسے گھورا جو ہاتھ میں کیز تھامے کچن کاؤنٹر کی جانب بڑھ رہا تھا۔

"السلام علیکم۔" ان دونوں باپ بیٹی کو کسی نے بات کرنے سے پہلے سلام اور سلام کا جواب دینے کے آداب نہیں سکھائے تھے۔' ایسا وہ صرف سوچ سکا کہنے کے لیے ہمت درکار تھی۔

"واعلیکم السلام۔ میں نے پوچھا کہاں سے آرہے ہو تم۔؟" ملک کے خیالات کو آگ میں جھونکتے وہ اپنا سوال دوہرا گئی۔

"عموماً شوہر جب باہر سے گھر واپس آتا ہے تو بیویاں اس کو پانی اور کھانے کا پوچھتی ہیں۔" اس نے فریج کھول کر پانی کی بوتل نکالی۔ انمول کے سوال سے بہتر تو پانی لگ رہا تھا۔

''ان بیویوں کے شوہر آدھی آدھی رات تک باہر آوارہ گردیاں نہیں کیا کرتے۔" پانی پیتے ملک نے کن اکھیوں سے اسے دیکھا۔ وہ اسے دیکھ کم اور گھور زیادہ رہی تھی۔

"تم کل شام کے گئے آج آدھی رات کو گھر واپس آرہے ہو ملک۔ ایسا کون سا کام تھا کہاں گئے تھے تم۔؟" انمول نے دانت پیسے۔

''اپنے سسر جی سے ملنے۔" اس نے بھی تپ کر جواب دیا۔

''واٹ! تم نے بابا کو بتادیا ہمارے نکاح کا۔؟" اس کے لہجے میں بے یقینی تھی

''جی۔" وہ بیبے بچے کی طرح سر ہلا گیا۔

''اوہ گاڈ! ملک تمہیں زرا برابر بھی احساس ہے ان کا۔؟" وہ اس کے پاس آکر رکی تھی۔

''نہیں۔ مجھے ان کا رتی برابر احساس نہیں ہے۔ آپ کو پتا ہے میں کیا چاہتا ہوں۔ میں اُنہیں تڑپتا اور روتا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ زندگی کی آخری سانس بھی نہ جی سکیں۔ جہانداد ملک کی موت میری جیت ہے۔ میں کچھ بھی دوہرانا نہیں چاہتا بہتر ہو گا کہ آپ اپنے باپ کی طرف داری کرنا بند کر دیں۔'' وہ وہاں سے جانے لگا۔

''تمھیں یہ سب کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا ملک۔''

''حاصلِ و وصول کی چاہ ہی کس کمبخت نے کی ہے انمول۔'' وہ اپنے کمرے میں چلا گیا۔ اور انمول گہری سانس بھرتی اپنے کمرے میں آ گئی۔

''تم نہیں سمجھ سکتے ملک۔ میں کیا ہوں۔ میرے اندر کیا ہے۔ میں بادام کی وہ گری ہوں جو اپنے خول میں محفوظ ہے۔ جب اس کا خول ٹوٹا تو گری کی اوقات دو کوڑی کی رہ جائے گی۔ جسے یا تو نگلا جا سکتا ہو گا یا کیڑ الگ جانے کے بعد ضائع کیا جا سکتا ہو گا۔ مجھے کوئی نہیں سمجھ سکتا میں خود بھی نہیں۔'' وہ بازو باندھے کھڑکی میں

کھڑی تھی سامنے روشنیوں میں نہایا شہر دکھ رہا تھا۔اس وقت وہ جس مقام پر تھی وہ زمین سے بہت بلند تھا۔

اللہ اللہ کر کے وہ دن بھی آگیا تھا۔جب ایک لڑکی رخصت ہو کر دوسرے گھر چلی جاتی ہے۔یہ دن کسی بھی لڑکی کی زندگی میں بہت بڑا دن ہوتا ہے۔اس دن کے حوالے سے اس لڑکی نے بہت سے خواب سجائے ہوتے ہیں۔بیٹی کے مستقبل کا اندازہ کوئی ماں باپ نہیں لگا سکتا وہ اپنی طرف سے اپنی بیٹیوں کو 'بیسٹ' دینے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ہوتا وہی ہے جو لوحِ محفوظ میں ثبت ہوتا ہے۔نہ ہی بیٹی کا نصیب بدلا جا سکتا ہے نہ قسمت۔وہ اپنے میکے سے سسرال میں کچھ نہیں لے کر جاتی ماسوائے تعلیم و تربیت کے۔'تعلیم' جو اسے اپنے سسرال میں سر اٹھا کر چلنا سکھاتی ہے اور 'تربیت' جو اس کے کردار میں اس کی ماں کی تربیت کا عکس دکھاتی ہے۔اسی لیے بیٹیوں کی قدر کرنی چاہیے کیا معلوم جو خواب انہوں نے اپنے نئے

www.novelsclubb.com

گھر کے کیسے بن رکھے ہوں وہ ایک دھاگے کے ادھڑنے سے دھرے کے دھرے رہ جائیں۔اللہ عزوجل ایک بیٹی کا نصیب دل کھول کر لکھتا ہے۔لہذا شکر کیجیئے اور صبر کیجیئے۔

بارات کی تقریب کا انتظام میرج ہال میں کیا گیا تھا۔سیاہ رات کی تاریکی میں ڈوبی سڑک پر وہ میرج ہال سنہری اور رنگ برنگی بتیوں سے جگمگا رہا تھا۔ہر طرف خوشی کا سماں تھا۔دروازے سے اندر داخل ہو تو معید سکندر اور ثانیہ بیگم آنے والے مہمانوں کا پرتپاک استقبال کرتے نظر آئیں گے۔دائیں اور بائیں جانب مہمانوں کے بیٹھنے کا انتظام تھا تو سٹیج کے قریب نہایت اہم رشتہ داروں کے لیے سیاہ صوفے لگے ہوئے تھے۔جس پر اس وقت بیٹھی عالیہ جعفری اپنا دل جلا رہی تھی،اس کی بہن نے افسوس سے اسے دیکھ کر سر جھٹکا۔وہاں کھڑے ہو کر اگر تم نگاہ اٹھاؤ تو دو صوفوں پر سنہری افشاں جیسی چادر بچھی ہوئی تھی۔وہاں تمہیں نئے نویلے دو جوڑے بیٹھے نظر آئیں گے۔

www.novelsclubb.com

'بالاج سکندر اور اس کے ہمراہ اس کی بیگم جویریہ بالاج سکندر'

اور

'علی عمان خان کے ساتھ اس کی زوجہ منہا علی'

وہ دونوں خالص سرخ رنگ پہنے ہوئے تھیں۔ جبکہ بالاج سفید شیر وانی اور علی گولڈن رنگ کی شیر وانی زیب تن کیے ہوئے تھا۔

ایسے مواقع پر مدعو لوگوں کا کام تو بس کھانا ہوتا ہے۔ ادھر کھانا کھلا ادھر رخصتی کے لیے گھڑیوں کی گنتی شروع۔

دونوں دلہنوں کو ایک ساتھ رخصت کیا گیا تھا۔ منہا کو قرآن کے سائے تلے رخصت کرنے والا اس کا بھائی 'بالاج سکندر' تھا تو وہیں جیا کی باری میں تمام گھر والوں کی آنکھیں نم ہوئیں۔ لیکن 'علی عمان خان' نے بھائی کا رول پلے کرتے اسے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بھائیوں کی طرح قرآن کے سائے تلے رخصت کیا۔ایسے موقع پر ہر دیکھنے والی کی آنکھ میں پانی تھا۔

جہانداد ملک اس وقت اپنے کمرے میں موجود تھے۔ کسی عزیز کو کھو کر تمہارا کیا حال ہو سکتا ہے ؟ وہ بھی اس وقت بے حال تھے۔

"تمہارا زوال آج سے شروع ہو چکا ہے۔ملک "اس جملے کی بازگشت انہیں اپنے کانوں میں سنائی دے رہی تھی۔دفعتاً ان کا فون بزر ہوا۔وہ اٹھے اور جا کر سائیڈ ٹیبل سے فون اٹھا کر کان سے لگایا۔

"السلام علیکم۔سسر جی۔"انہوں نے موبائل پر گرفت سخت کی۔دوسری جانب ملک تھا۔

"کیوں فون کیا ہے؟"جبڑے تن گئے تھے۔دماغ کی نسیں پھولنے لگیں۔

"آپ کے وفادار غلام کی تاذیت کے لیے تو بالکل بھی نہیں کیا۔"اس کا لہجہ شریر تھا۔

"بول بھی چکو۔"

"ایک دن گزر چکا ہے سسر جی۔ پھر کیا سوچا آپ نے۔"اس کا لہجہ حد درجہ سنجیدہ ہو گیا تھا۔ جہانداد ملک کے ماتھے پر سوچ کی لکیریں ابھریں۔

"ابھی دو دن باقی ہیں برخوددار۔ صبر کرو اتنا اتاولے کیوں ہو رہے ہو۔؟"

"یہ دو دن ختم ہونے سے پہلے ہی اگر میری مرضی کے مطابق جواب مل جائے تو آپ کا احسان ہو گا۔"اس نے وارن کیا۔

"ورنہ کیا کرو گے۔ پولیس بلواؤ گے۔ مجھے گرفتار کرواؤ گے۔ مت بھولو تم بھی اس دلدل میں برابر کے شریک ہو۔" دوسری جانب سے کال کاٹ دی گئی اور وہ ہیلو ہیلو ہی کرتے رہ گئے۔

"لگتا ہے، سسر جی کو ٹریلر دکھانا ہی پڑے گا۔" کہتے اس نے ایک کال ملائی۔

''ہیلو مومن۔ تمہیں جو کام کہا تھا وہ کر دو۔ آج ابھی اور اسی وقت۔" دوسری جانب سے حامی بھری گئی اور پھر رابطہ منطقہ ہو گیا۔ ملک کی آنکھیں اور پیشانی پر موجود سلوٹیں گہری سوچ کی عکاسی کر رہی تھیں۔

کمرے کو سرخ رنگ کی گلاب کی پتیوں سے سجایا گیا تھا۔ تاریکی میں روشنی فراہم کرنے کے لیے سینٹڈ کینڈلز جل رہی تھیں جن کی دلفریب خوشبورات کے اس پہر اعصاب کو تازگی بخش رہی تھی۔ چوکور بیڈ پر عروسی جوڑے میں ملبوس منہا علی بیٹھی ہوئی تھی۔ روایتی دلہنوں کی طرح وہ بھی گھونگھٹ اوڑھے ہوئے تھی۔ کمرے کا دروازہ کھلا اور علی عمان اندر داخل ہوا۔ بال جیل کی مدد سے نفاست سے سیٹ کیے ہوئے تھے۔ وہ چلتا ہوا بیڈ پر آ کر بیٹھ گیا۔ گھونگھٹ الٹا تو بے اختیار منہ سے ماشاءاللہ کا لفظ نکلا۔

"بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔" اسکا لب و لہجہ پٹھانوں والا تھا۔ تبھی اس نے سائیڈ ٹیبل کے دراز سے ایک مخملی ڈبیا نکالی۔ جس میں ہیرے کی چمکتی ہوئی انگوٹھی رکھی گئی تھی۔ علی نے منہا کا ہاتھ تھاما اور انگوٹھی اس کی ایک انگلی کی زینت بنادی۔

"شکریہ۔" منہا نے آہستہ آواز میں شکریہ ادا کیا۔ وہ انگوٹھی واقع ہی بہت خوبصورت تھی۔

"میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔"

جی بولیں" علی نے منہا کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامے۔

"زہ تا سرہ مینہ کم۔" وہ لب دبائے بولا تھا۔

"مطلب کیا ہوا اس کا۔؟" اتنا تو وہ جانتی تھی کہ جو بھی علی نے کہا ہے وہ پشتو میں تھا لیکن اس کا مفہوم نہیں جانتی تھی وہ۔

"اس کا مفہوم لا علم ہے اگر جاننے نکلو گی تو عشق کے سات سمندر بھی کم پڑ جائے گے۔ لیکن اُردو میں اس کا مطلب فقط یہ ہے کہ میں تم سے پیار کرتا ہوں۔" وہ مسکرا دی۔ خدا نے اسے بہترین مرد سے نوازا تھا۔ جس کے پاس منہا کے لیے محبت، عزت اور تحفظ تھا اسے بھلا اور کیا چاہئیے تھا۔

رات کا نا جانے کون سا پہر تھا جب ملک کی آنکھ کسی برے خواب سے کھلی۔ دل زور سے دھڑک رہا تھا۔ رہ رہ کر اسے اپنا خواب یاد آ رہا تھا۔ پسینے میں شرابور جسم لیے وہ اپارٹمنٹ سے باہر نکل گیا۔ اپنے کمرے کی کھڑکی سے انمول نے اسے جاتے ہوئے دیکھا تھا وہ سر جھٹک کر رہ گئی۔ ان کا رشتہ کھوکھلا ہوتا جا رہا۔ اور جب بنیادیں کھوکھلی ہوں تو تعمیر ڈھے جاتی ہے۔

اندھیر سڑک پر رات کے اس پہر خاموشی کا راج تھا۔ سیاہ ہنڈا سوک سڑک پر چلتی سڑک کے بائیں جانب بنے مارشل آرٹس سینٹر میں داخل ہوئی تو گارڈ نے دروازہ

واپس سے لاک کر دیا۔ دھپ دھپ سیڑھیاں چڑھتا ہوا وہ اس گول عمارت کے اوپری حصے کی جانب آیا تھا۔ چند سیڑھیاں مزید اور پھر وہ ٹریننگ ڈپارٹمنٹ کی چھت پر پہنچ گیا۔ بے ترتیب ہوتی دھڑکنوں کو سنبھالتے وہ آگے آیا اور وہاں کھڑے شخص کے شانے پر ہاتھ رکھ کر متوجہ کیا اگلے ہی لمحے وہ اس سے لپٹ چکا تھا۔ بال ماتھے پر چپک گئے۔ پسینے میں نہایا وہ شخص مومن ابراہیم کے آگے زرہ زرہ ہو کر بکھر رہا تھا۔

''خواب ہمیشہ مجھے کیوں ڈراتے ہیں مومم۔ مومن۔؟" مومن نے اس کی پیٹھ تھپکی۔ اس کے دل کی دھڑکن مومن کے دل سے مل کر بے ہنگم ہو رہی تھی۔

"بھائی میں انمول نہیں ہوں" وہ سنجیدہ تھا۔

''کیا مطلب؟" ملک نے دور ہو کر نا سمجھی سے اسے دیکھا وہ مسکراہٹ چھپانے کی ناکام کوشش کرتا ادھر ادھر دیکھنے لگا تھا۔

www.novelsclubb.com

''آآآ!'' ملک کا تپنچ اس کے ناک کی ہڈی توڑنے کے لیے کافی تھا لیکن وہ بروقت پیچھے ہوا۔

''میں نے کچھ غلط تھوڑی کہا ہے۔ آپ کے انداز مجھے شرم سے پانی پانی کر دیتے ہیں۔ اب تو آپ شادی شدہ ہیں یہ حرکتیں آپ کو میرے ساتھ زیب نہیں دیتیں۔'' وہ نیچے کی جانب بھاگا تھا اور ملک حیرت سے آنکھیں پھاڑے اس کے پیچھے۔

سیڑھیاں اتر کر نیچے آتا مومن ابراہیم کسی کے وجود سے بری طرح ٹکرایا تھا۔

''تم اس وقت یہاں کیا کر رہی ہو؟'' اپنا ناک سہلاتی بسمہ شارق نے تپ کر اسے دیکھا۔

''دراصل مجھے نیند میں چلنے کی بیماری ہے۔''

''اوہو۔ بڑی گندی بیماری ہوتی ہے یہ۔ چلو تمہیں ہاسٹل چھوڑ آؤں۔'' ملک ان دونوں کو باتیں کرتا کھڑا دیکھ نیچے بیسمنٹ میں موجود کنٹرول روم کی جانب بڑھا تھا۔

''چھوڑو مجھے بدتمیز۔'' بسمہ نے اس کے ہاتھ کی پشت پر تھپڑ رسید کیا جس سے اس نے بسمہ کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کی تھی۔

''حد ہے۔ تم یہاں مارشل آرٹس کی ٹریننگ لینے آئی ہو یا جنگلی جانوروں کی ٹریننگ دینے۔؟'' بسمہ نے مشکوک نظروں سے مومن کو دیکھا جس کے چہرے سے لے کر کان کی لوئیں تک سرخ ہو رہی تھیں۔

www.novelsclubb.com

''یہ تم کیوں نئی نویلی دلہنوں کی طرح شرما رہے ہو۔؟''

''وہ اس لیے حضور کہ میرا دلہا آپ جو ہیں۔'' مومن بغیر سوچے سمجھے بول رہا تھا۔

"استغفر اللہ۔" وہ اس کی ذہنی حالت پر شک و شبہات کا شکار ہوتی واپس چلی گئی۔ مومن کو چھت پر کھڑا دیکھ وہ بے اختیار یہاں آئی تھی لیکن شاید مومن اپنے ہوش و حواس میں نہیں تھا۔

وہ ہنستا ہوا کنٹرول روم میں چلا گیا۔ ملک ایک سکرین پر جھکا ساتھ بیٹھے لڑکے کو ہدایت دے رہا تھا۔ پھر وہ مومن کی جانب آیا اور دونوں گارڈن میں آ کر بیٹھ گئے۔

"میں نے آج پھر اسے خواب میں دیکھا۔ بہت برا خواب تھا وہ۔" ملک نے بات شروع کی

"برے خواب نہیں بتانے چاہیے۔" مومن نے مشورہ دیا

"برے خواب تو آتے رہتے ہیں مومن لیکن آج کے خواب میں اس کا آنا ٹھیک نہیں۔" وہ شکست خوردہ سا کہہ رہا تھا۔

"اتنی محبت کرتے ہیں اس سے؟"

''بہت زیادہ۔سب سے زیادہ۔" وہ جذب کے عالم میں بولا تھا۔

''انمول سے بھی زیادہ۔" مومن نے نیا سوال داغا۔

''میری اور اس کی محبت میں انمول کہیں نہیں ہیں مومن۔"

''بتا کیوں نہیں دیتے اسے۔اگر اسے کسی اور سے معلوم ہوا تو وہ آپ سے بدگمان ہو جائے گی۔" ملک نے نفی میں سر ہلایا۔

''میرے بس میں کچھ نہیں ہے مومن۔مجھے اس کا محافظ بننا ہے چاہے ساری زندگی بھی اس سے سامنا نہ ہو۔میری اس سے الفت تا قیامت ہے۔"

''بھائی۔" مومن نے اسے پکارا ملک اس کی جانب دیکھنے لگا۔وہ جانتا تھا مومن کیا بولنے والا ہے۔مومن کے گلے میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔

''آئی ایم سوری بھائی۔آئم رئیلی سوری۔" ملک اس کی حرکت پر مسکرا دیا۔

''تم جانتے ہو سات سال کے بچے تھے تم جب میرے پاس آئے تھے۔ تم طوطلی زبان بولتے تھے حالانکہ سات سال کا بچہ اچھا بول لیتا ہے۔ تم سارا دن سوتے تھے اور ساری رات مجھے جگاتے تھے۔اور پھر ایک دن۔"

''بس کر دیں بھائی۔ کیا ماضی کھول کر بیٹھ گئے ہیں آپ۔" وہ ملک کے منہ پر ہاتھ رکھ دیں ا چاہتا تھا۔

''پھر ایک دن تم نے بولا تمہیں دولت چاہیے۔ تمہیں انمول سے بڑا بننا ہے جبکہ تم اس سے چھوٹے تھے۔ تمہیں اس کے قابل بننا تھا۔"مومن کی نظریں زمین پر گڑ گئیں۔

''اور آپ نے کہا تھا وہ سراب ہیں مجھے ان کی چاہ نہیں کرنی چاہیے۔" وہ بولا تو لہجہ نم تھا۔

''تب تم چھوٹے تھے لیکن پھر ایک دن وہی مومن ہمیشہ ہمیشہ کے لیے انمول کو چھوڑ کر آ گیا۔اس کی محبت سے دستبردار ہو کر اپنی محبت میں کہے جانے والے الفاظ

ڈائری میں اتارنے لگا۔ "ملک بول رہا تھا اور وہ زمین میں خود کو دھنستا محسوس کر رہا تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ شرمندہ تھا بس وہ خود سے عاجز تھا۔

''میں اپنی چیزوں کی حفاظت نہیں کر پاتا۔ نہ ماں کی کر سکا۔ نہ اپنی محبت کی اور نہ ہی اپنی ڈائری کی جو پہلے آپ کے ہاتھ لگی تو اس دن انمول نے اسے پڑھ لیا۔ ''مومن کا اندر باہر اداس ہو رہا تھا۔ خالی اور کھوکلا۔

''اللہ تمہیں اس سے زیادہ نوازے گا مومن ابراہیم۔ تمہارا دل اور نیت صاف تھا اور صاف ہے۔ اس میں کسی اور کا عکس سماجانا مشکل نہیں بس اپنے دل کا دروازہ نئے سوالی کے لیے کھول دو۔ "وہ اسے بنجر محبت سے نکلنا سکھا رہا تھا۔ مومن نے استہزایہ مسکراہٹ اس کی جانب اچھالی۔ وہ محبت میں ٹھکرایا ہوا مرد تھا اس پر لازم تھا کہ وہ مر جاتا۔ لیکن کسی اور کی محبت کے لیے اپنے دل کے در کھولنا ناممکنات میں سے تھا۔

جیا مضطرب انداز میں انگلیاں چٹخاتی بالاج کے کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ بلب کے زیر اثر کمرہ تیز روشنی میں نہایا ہوا تھا۔ پھولوں کی سجاوت پورے کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس کا دل اور دماغ سن ہو رہے تھے۔ رہ رہ کر خیالات اور وسوسے اسے گھیرے ہوئے تھے جب بالاج کمرے میں داخل ہوا۔

" بالاج صرف میرا ہے جیا، آج سے چار سال پہلے بھی میرا تھا اور تا عمر بھی میرا ہی رہے گا" حریم ناز کے جملے نے کانوں میں ایک بار پھر سے پگلا ہوا سیسہ انڈیلا تھا۔

"السلام علیکم !" جیا نے دھیمی آواز میں سلام کا جواب دیا۔ بالاج بیڈ پر جیا کے سامنے آکر بیٹھ گیا۔ چند لمحات اسے دیکھتے رہنے کے بعد وہ بولا۔

" سمجھ نہیں آرہی کیا بولوں۔؟" جیا حیرت سے اس بالاج سکندر کو دیکھا جو دوسروں کو لاجواب کر دیتا تھا اور آج خود بات کرنے کو الفاظ تلاش رہا تھا۔

"بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔" وہ گلا کھنکار کر گویا ہوا۔

"اس کے علاوہ کچھ ؟" جیا مستفسر ہوئی۔اپنی تعریف تو وہ شروع سے سنتی آئی تھی۔

"اس کے علاوہ تو کچھ بھی نہیں۔" وہ سر کھجا گیا۔

"کیا آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں ؟" بالاج چونک گیا۔یہ کیسا سوال تھا خیر وہ سر اثبات میں ہلا گیا۔

"محبت کرتے ہیں لیکن اظہار نہیں کرتے۔" جیا نے ناک پھلائی۔سفید رنگت میں سرخیاں گھل رہی تھیں۔حیا یا شرم سے نہیں بلکہ غصے سے۔

"مجھے اظہار کرنا ہی نہیں آتا۔" وہ کندھے اچکا گیا لیکن اس کی بات پر جیا سر تا پیر سلگ گئی۔

"واٹ !"

''ہاں میں سچ کہہ رہا ہوں مجھے سچ میں اظہار محبت نہیں آتی۔" جیا نے دانت پیس کر بالاج کو گھورا جو چہرے پر مظلومیت سجائے اس کے جواب کا منتظر تھا۔

"پھر حریم ناز سے کیسے کی تھی اظہار محبت۔؟" وہ دل میں کہنا چاہتی لیکن الفاظ زبان سے ادا ہو گئے۔

''ناٹ اگین۔ٹاپک چینج کرو جیا۔" بالاج کے چہرے پر ناگواری بھرے تاثرات چھا گئے تھے۔

"کیوں کیا نہیں کی تھی؟" وہ مزید گویا ہوئی۔ بالاج نے سر اٹھا کر اس سر پھری لڑکی کو دیکھا جو آج بھی حریم ناز کا پینڈورا باکس کھولے بیٹھی تھی اور تبھی سیاہ آنکھیں سنہری آنکھوں سے مل کر چار ہوئیں۔ کانچ سی سنہری آنکھوں کی چمک بڑھنے لگی۔ سیاہ آنکھیں آج پہلی بار ان آنکھوں کو دیکھ رہی تھیں جہاں محض جیا سکندر کا عکس لہرا رہا تھا۔ سنہری آنکھیں سیاہ آنکھوں کے سمندر میں ڈوبتی چلی گئیں

۔

"جیا۔ بالاج۔ سکندر" بالاج کی آواز نے پل میں سارا فسوں توڑا تھا۔ وہ جیا کے نام کو حرف بہ حرف بول رہا تھا۔ آنکھیں ابھی تک اس اس کے چہرے پر ٹکی ہوئی تھیں۔

"میں نہیں جانتا کب کیوں اور کیسے لیکن تم دل بن کر سینے میں دھڑکنے لگی ہو۔ میرے دل کی ہر دھڑکن تمہارے نام کی لے پر دھڑکنے لگی ہے۔" جیا کا سانس تک رک گیا۔ اب کی بار چہرے پر حیا کی لالی چھائی تھی۔ لب کترتی وہ آنکھیں جھکا گئی۔

''کبھی کسی نے بولا تھا کہ اسے میرے چہرے سے بھی نفرت ہے۔" جیا کا لہجہ بدل گیا۔ انداز میں غرور در آیا۔ آج وہ معتبر ٹھہرائی گئی تھی۔

''ہاں کبھی مجھے تم سے نفرت تھی۔" جیا نے حیرت سے بالاج کو دیکھا جسے محبت کا اظہار کرتے ہوئے مشکل کا سامنا کرنا پڑا تھا وہ باآسانی اپنی سابقہ نفرت کا اظہار کر رہا تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"ایسے نہ دیکھو مجھے میں سچ کہہ رہا ہوں کیونکہ تمہارا چہرہ ماہیر سے مشابہت رکھتا تھا ۔میں جب جب تمہیں دیکھتا تو تم میں ماہیر کا عکس ڈھونڈنے لگتا۔ تمہارا چہرہ مجھے میرے دوست اور میرے بھائی کی یاد دلاتا تھا۔" جیا کی آنکھیں نم ہوئیں۔

"تمہیں معلوم ہے اس نے بچپن میں مجھ سے ایک وعدہ لیا تھا 'تمہاری حفاظت' کا وعدہ اور پھر اسی دن وہ ہم سب کو چھوڑ کر چلا گیا۔ میں بہت رویا تھا تب۔ اس وعدے کو کبھی میں نے اتنا سیریس نہیں لیا مگر جانا تو معلوم ہوا کہ میں اپنے دل سے وعدہ خلافی کر رہا تھا۔ لیکن ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ جب جب تمہیں اذیت پہنچی تکلیف مجھے بھی ہوئی تھی۔" بالاج کی سنہری آنکھوں میں نمی تیر رہی تھی۔ جیا کا دل زور سے دھڑکا۔ کون کہتا ہے کہ مرد روتا نہیں؟ وہ روتا ہے وہ اپنی محبت پر آنسو بہاتا ہے۔

"بالاج اگر میں آپ سے کچھ مانگوں تو کیا آپ مجھے دیں گے۔؟" جیا کی آنکھوں میں امید کے دیئے جل رہے تھے۔

‘‘ بالاج سکندر دنیا کی تمام خوشیاں جیا بالاج سکندر کے قدموں میں ڈھیر کر سکتا ہے۔" جیا نے نفی میں سر ہلائے اس کے دونوں ہاتھ اپنے حنائی ہاتھوں میں تھام لیے۔

" مجھے آپ سے اعتبار چاہیے بالاج۔ اس رشتے پر، مجھ پر یقین اور اعتماد۔ جو آپ مجھ پر آنکھ بند کر کے کر سکیں۔"

" محبت کی پہلی سیڑھی ہی اعتبار ہے جیا اور مجھے تم پر خود سے زیادہ یقین ہے۔" وہ تر آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ بالاج کی بات پر اس کی آنکھیں چھلک گئیں۔ وہ اپنے رب کے حضور جتنا شکر ادا کرتی کم تھا۔ اس کا نصیب بالاج سکندر سے جڑ چکا تھا جو تا قیامت اس کا رہے گا۔

گرلز ہاسٹل میں بنے سیکنڈ فلور کے اس کمرے میں زرد بلب روشن تھا۔ وہاں دو لڑکیاں اپنے کاموں میں مصروف نظر آتی تھیں۔ بسمہ شارق سٹڈی ٹیبل کے آگے براجمان اپنے سامنے کاغذوں کا پلندہ بکھیرے بیٹھی تھی۔

"ویسے یار سر مومن کو تمہیں باہر نہیں نکالنا چاہئیے تھا۔" فریال بیڈ پر بیٹھی ہاتھوں پر لوشن لگاتی کہہ گئی اور تبھی کوئی شے زور سے آکر اس کے ناک پر لگی تھی۔

"اب اگر تم نے یہ بکواس دوبارہ کی تو تمہاری یہ خوبصورت ناک کا حلیہ بگاڑ دوں گی۔" بسمہ نے ایک پین اس کی جانب پھینکا تھا۔

"جنگلی بلی۔ تم سے کس نے کہا تھا لیٹ آؤ مجھے تو اب ایک موضوع مل گیا ناں بات کرنے کا ویسے عبید کہہ رہے تھے کہ سر مومن کا غصہ بہت برا ہوتا ہے۔" بسمہ نے خونخوار نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔

"کیا سین ہے یہ؟" بسمہ نے سنجیدگی سے استفسار کیا۔ فریال بلینکٹ کھول کر خود پر ڈال رہی تھی۔

''کون سا سین۔؟"فریال نے بلینکٹ کے اندر سے پوچھا۔

"عبید بھائی والا کیا سین ہے فریال ساجد۔؟"بسمہ نے بازو سینے پر باندھے فریال ایک جھٹکے سے بلینکٹ دور پھینکتی اٹھی تھی۔

"کک۔کو۔کوئی سین نہیں۔ہے تم سے۔ایسا کس نے کہا؟"

"اتنا گھبرا کیوں رہی ہو۔؟میں نے تو سمپل سا ایک سوال پوچھا ہے۔"فریال نے غضب ناک تیوروں سے اسے گھورا لیکن سامنے بھی بسمہ شارق تھی۔

"دیکھو چند ماہ چھوٹی ہو مجھ سے۔۔چھوٹی ہی بن کر رہو میری ماں بننے کی ضرورت نہیں ہے۔"فریال نے اسے ڈانٹ دیا تھا۔

"اچھا تو پھر وہ سب کیا ہوتا ہے جب ہر وقت عبید بھائی تمہارے ساتھ ہوتے ہیں تم دھوپ میں کھڑی ہو تو وہ چھاؤں بن کر تمہارے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ہر

طرف سے تمہیں پروٹیکٹ کرتے ہیں۔" بسمہ کی بات پر فریال نے سنجیدگی سے اسے تکا۔ وہ ایک بہترین اوبزرور تھی۔

"مانا کہ تمہارا مشاہدہ درست ہے لیکن میرا کوئی محبت وحبت کا سین نہیں ہے وہ تو بس عبید مجھے لائک کرتے ہیں۔" چند سیکنڈ میں ہی فریال نے ساری بات اگل دی تھی۔

"دیکھا میرا اتکا کبھی غلط ہو ہی نہیں سکتا۔" بسمہ کی باچھیں کھل گئیں۔ فریال کو اس پر سر از نو غصہ چڑھا تھا وہ اس سے اگلوانے کے لیے جھوٹ بول رہی تھی۔ "میری چھوڑو تم بتاؤ اس دن رات کو ڈپارٹمنٹ کیا لینے گئی تھی۔؟"

"تم اچھے سے جانتی ہو میں وہاں کیوں گئی تھی۔" فریال نے اوہ میں لب سکیڑے۔

،،لیکن بسمہ شارق کو مومن ابراہیم کی مدد کی ضرورت کب سے پڑنے لگی ۔" فریال نے طنز کیا۔ وہ یہ نہیں کہہ پائی کہ بسمہ شارق کو اس کی مدد کی نہیں بلکہ مومن ابراھیم کی بذات خود ضرورت ہے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"زیادہ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے سو جاؤ چپ کر کے۔" بسمہ نے اپنے خیالات جھٹکتے سامنے پڑے کاغذوں کو ترتیب سے رکھنا شروع کیا۔

"میں کیا کہہ رہی تھی کہ کہیں تم ان سے۔"

"فریال کی بچی۔۔!" بسمہ نے پے در پے ٹیبل پر رکھی چیزیں اسے مارنا شروع کی تھیں۔ وہ بلینکٹ سے خود کو کور کرتی اپنا بچاؤ کر گئی۔

صبح کا سورج طلوع ہوا تو شبنم نے مرجھائے ہوئے ہر پھول کو زندہ کر دیا۔ پرندوں نے چہچہاہٹ سے گیت گنگنانے گئے تو وہیں اینکر حلق پھاڑ پھاڑ کر ملک کے شرفاء میں سے ایک کے سیاہ کرتوت بتلانے لگی۔

‘‘جی تو ناظرین آپ کو بتاتے چلیں مشہو نامور شخصیت جہانداد ملک کی وجہ شہریت سامنے آگئی۔" وہ شعلہ بار نگاہوں سے اپنے سامنے سکرین پر چلتی ہیڈلائنز کی سرخ پٹی کو دیکھ رہے تھے۔ان کے قریب ہی ایک میز پر آج صبح کا نیوز پیپر رکھا ہوا تھا۔

‘‘جہانداد ملک کی سیاہ کاریوں کا پردہ فاش"

اخبار کی شہہ سرخی کو دیکھ وہ لب بھینچ گئے۔رپورٹر چیخ چیخ کر بول رہی تھی۔

"چند روز قبل ہائی وے سے برآمد ہونے والے ٹرکوں میں اسلحے اور منشیات کی موجودگی جہانداد ملک کے کالے کرتوتوں سے پردہ اٹھا گئی۔ملک کی نسل برباد کرنے کا سبب بننے والی شخصیت کے خلاف اریسٹ وارنٹ جاری۔" رپورٹر کی آواز مدھم ہوتی گئی تو کسی کی چنگھاڑتی ہوئی آواز ابھرنے لگی۔

"یہ سب کیا ہے ملک ؟" وہ اس وقت ملک کے کمرے میں سراپا سوال بنی کھڑی تھی۔باہر لیونگ روم میں لگے ٹی وی پر ابھی تک کچھ بتایا جارہا تھا۔

"برے کا انجام برا ہوتا ہے ایک نا ایک دن تو یہ سب ہونا ہی تھا۔ جو کل کرے سو آج۔" وہ بولتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ انمول بھی اسکے پیچھے بھاگ کر آئی تھی۔ ملک نے ریموٹ اٹھایا اور سرخ بٹن پر دباؤ بڑھائے سکرین پر چلتے مناظر میں سیاہی بھر دی۔ ہر طرف جیسے سکوت چھا گیا تھا۔

"میرے بابا سائیں جیل نہیں جائیں گے۔" وہ نفی میں سر ہلاتی بولی تھی۔ ملک نے اس کی جانب دیکھا۔ اس کی حالت قابل رحم تھی۔

"یہ سب ان کا اپنا کیا دھرا ہے جس کی سزا انہیں قانون دے گا۔ میں یا آپ کچھ نہیں کر سکتے۔" وہ نظریں چراتا بول رہا تھا۔

"کس کو دھوکا دے رہے ہو تم۔ مجھے یا خود کو۔ ان کی بربادی کے زمہ دار تم ہو ملک مان جاؤ اس بات کو یہ سب تم جان بوجھ کر کر رہے ہو تاکہ انہیں نقصان ہو اور وہ کہیں کے نہ رہیں۔ کیوں کر رہے ہو ایسا کیوں مجھے تکلیف دیتے ہو ملک۔" وہ پھٹ پڑی تھی۔ سفید عارضوں پر چمچماتے آنسو لڑھک گئے۔

www.novelsclubb.com

''انہوں نے میرا خاندان برباد کیا تھا انمول اس سب کے مقابلے میں یہ کچھ بھی نہیں۔ آپ کو یہ نظر آتا ہے کہ وہ تکلیف میں مبتلا ہیں یہ کیوں نہیں دکھ رہا کہ میں کس قدر اذیت ناک زندگی جی رہا ہوں۔ ایسی زندگی جس کی چاہ میں نے کبھی نہیں کی تھی۔'' آج پہلی بار اس کی آواز بلند ہوئی تھی۔ انمول کا نازک دل سہم گیا۔ ہچکیاں بندھ گئیں۔

''کاش میں نے تم سے محبت نہ کی ہوتی ملک۔'' ملک ساکت رہ گیا۔

''بہتر ہوتا اگر آپ واقعی مجھ سے محبت نہ کرتیں۔'' ملک نے زکام زدہ سانس اندر کھینچی۔

www.novelsclubb.com

''کاش میں نے تمہارے خواب نہ دیکھے ہوتے ملک۔ کاش اس رات تم بھی مر جاتے۔'' وہ باقاعدہ چیخنے لگی تھی۔ آواز حلق میں دم توڑنے لگی۔ ملک کے دماغ میں خون جمنے لگا۔

''لیکن سب کاش ہی ہے انمول بی بی۔اس کاش کو حاصل کرنے کے لیے دعا کریں میری موت کی دعا کہ کاش میں مر جاؤں۔'' وہ آنکھ کا نم کنارا صاف کرتا باہر نکل گیا۔ پیچھے دروازہ ٹھاہ کی آواز سے بند ہوا تھا۔انمول وہیں بیٹھتی چلی گئی۔وہ بلک بلک کر رونے لگی جیسے کوئی چھوٹا بچہ اپنی ماں کے بغیر روتا ہے جیسے کوئی اپنے کے چھن جانے پر بین ڈالتا ہے۔وہ کبھی نہیں روئی تھی اس کے باپ نے اسے رونا سکھایا ہی نہیں تھا لیکن اب وہ رو رہی تھی اور خاموش کروانے والا کوئی نہیں تھا۔

''السلام علیکم سر۔''اس کے اندر داخل ہونے پر تمام سٹوڈینٹس اٹھ کر سلام بجا لائے۔وہ ان پر واپس سلامتی بھیجتا جا کر ڈیسک کے آگے کھڑا ہو گیا۔ہاتھ میں پکڑا لیپ ٹاپ کھولا اور آج کا لیکچر سٹارٹ کیا۔ٹریننگ ڈپارٹمنٹ میں مارشل آرٹس کے علاوہ بھی تعلیم کا بندوبست کیا جا سکتا تھا لیکن یہاں آکر رہنے والا ہر شخص ایجوکیٹڈ تھا۔ہر لڑکا لڑکی کے ہاتھ میں سند ہوتی تھی کیونکہ وہ کہیں سے اٹھا کر نہیں

لائے جاتے تھے انہیں مجبوراً یہاں آنا پڑتا تھا۔ماں باپ کا کیا بھگتنے تو کبھی خود کو جڑ سے مظبوط کرنے وہ یہاں کارخ کرتے تھے۔

"جیسا کہ آپ سب کہ ٹریننگ پچھلے ایک عرصے سے چل رہی ہے اور اس میں آپ سب کی کارکردگی بھی بہترین ہے اس لیے ہم نے آپ کو کچھ ٹاسکس دینے کا سوچا ہے۔" مومن کی بات پر کلاس میں موجود سٹوڈینٹس میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔

"طاقت انسان کی بنیادی ضروریات میں سے ایک ہے۔اس کا استعمال انسان کی بقا ہے۔جس کے لیے میں نے ہیڈ سے بات کی اور آپ کے لیے مختلف ٹاسکس تیار کروائے گئے ہیں۔" سب نے دم سادھ لیا۔ٹاسک سے مراد کام نہیں 'ٹاسک' تھا۔ مارشل آرٹس کے سینٹر میں کوئی بھی کام یا بندہ عام نہیں ہوتا تھا۔

"اگلے چند ہفتوں کے لیے آپ سب لوگ اس سینٹر سے باہر رہیں گے۔یوں سمجھ لیجئے جیسے لوگ وکیشنز پر جاتے ہیں۔آپ مزا کریں گے۔زندگی جئیں

گے۔ لیکن۔!"اس کا یوں تجسس پھیلانا تیسری قطار میں بیٹھے عبید باجوہ، فریال ساجد اور بسمہ شارق کو سخت ناگوار گزرا تھا۔

"اس دوران آپ میں سے کسی ایک کی موت یقینی ہو گی۔"کلاس میں موجود ہر شے ساکن ہو گئی۔ مومن کی آواز صور کی مانند پھونکی جانے لگی۔

"آپ پر کوئی پابندی عائد نہیں کی جائے گی۔ آپ آزاد ہوں گے۔ لیکن آپ کو محتاط رہنا ہو گا۔ کچھ ٹرینڈ ایکس سٹوڈنٹس آپ کے لیے چنے گئے ہیں جو رضاکارانہ طور پر اپنی خدمات پیش کریں گے۔ ان کا کام آپ پر حملہ کرنے کا ہو گا آپ نے مقابلہ کیسے کرنا ہے یہ آپ کے اختیار میں ہو گا۔ اس دوران دونوں میں سے کسی ایک کی جان بھی جا سکتی ہے۔ سو بی کیئر فل۔"تمام سٹوڈینٹس منہ کھولے اسے دیکھ رہے تھے۔

"یا اللہ کیا چیز ہے یہ بندہ۔"فریال نے توصیفی انداز میں کہا

''موت کا پروانہ۔"بسمہ شارق کے لبوں نے حرکت کی۔جبکہ باجوہ کی کاٹ دار نگاہیں اس پر ٹکی تھیں جواب سٹوڈینٹس کے مختلف سوالات کا جواب دے رہا تھا۔

ڈائننگ ہال میں لگی کھانے کی طویل میز پر صبح کے ناشتے کے لیے انواع واقسام کے کھانے چنے گئے تھے۔وہاں بیٹھے آفرین جہاں، علی اور ہالہ کے علاوہ سکندر ہاؤس کے تمام مکین جمع تھے۔وہ سب منہا کے لیے ناشتہ لے کر آئے تھے۔خوش گپیاں جاری تھیں۔پلیٹ میں چمچ چلاتی جیا کی کلائی میں کوئی شے چمکی تھی۔

''ماشاءاللہ۔ڈائمنڈ اور وائٹ گولڈ؟"منہا نے جیا سے پوچھا وہ اس کے بلکل سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔جبکہ جیا کے دائیں جانب بالاج اور منہا کے بائیں جانب علی بیٹھا ہوا تھا۔

''ڈائمنڈ وِد وائٹ گولڈ۔"جیا نے بالاج کی جانب دیکھا وہ مسکرا کر اسے ہی دیکھ رہا تھا۔وہ بریسلٹ بالاج نے جیا کو منہ دکھائی کا تحفہ دیا تھا۔

ناشتے کے بعد سب لاؤنج میں بیٹھے چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے جب علی نے اپنا پلین سامنے رکھا۔

"میں اور منہا تو ہنی مون کے لیے مالدیپ جا رہے ہیں آپ دونوں کا کیا پلین ہے۔؟"

''ہم نے ابھی کچھ سوچا نہیں ہے۔" بالاج نے دھیمی مسکراہٹ سے جواب دیا۔

''اوہ یہ تو پھر بہت اچھا ہے۔ منہا۔" علی کی باچھیں کھل گئیں۔ منہا کو آنکھوں سے اشارہ کیا۔

''مطلب؟" بالاج کی پیشانی پر شکن آئی تھی۔

''مطلب یہ بھائی۔" منہا نے ایک لفافہ ان دونوں کی جانب بڑھایا جسے بالاج نے تھام لیا۔

www.novelsclubb.com

''اس میں کیا ہے۔؟" جیا نے استفسار کیا۔تینوں بڑے بھی مسکرا کر انہیں دیکھ رہے تھے۔ بالاج نے لفافہ چاک کیا جیا نے اس کے کندھے سے لفافے پر جھانکا۔اگلے ہی لمحے ان دونوں کی آنکھیں حیران رہ گئیں۔

''یہ ہماری طرف سے آپ دونوں کے لیے چھوٹا سا گفٹ۔" منہا کے بتانے پر بالاج اور جیا نے ان دونوں کا شکریہ ادا کیا۔وہ ان دونوں کے ہنی مون کے ٹکٹس تھے۔

''آج شام کو ولیمہ ہوگا ہمارا اور ایک ہفتے بعد فلائٹ۔" وہ ان دونوں کو آگاہ کر رہے تھے۔ وہ سب اب ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے تھے۔

وہ دونوں اس وقت اسلام آباد میں موجود 'دی بٹلرز کیفے' میں بیٹھے ہوئے تھے۔دن ڈھل رہا تھا۔سیاہ دروازے سے اندر داخل ہوتے وہ دونوں دائیں جانب لگے ٹیبل پر بیٹھے ہوئے تھے۔سیاہ کرسیاں پورے کیفے میں بچھی ہوئی تھیں۔وہ

دائیں جانب والی کرسی پر بیٹھا ایک ہاتھ ٹیبل پر رکھے اپنے سامنے بیٹھی عالیہ جعفری کو دیکھ رہا تھا۔ سیاہ سیدھے کندھوں تک آتے بال، ستواں ناک اور گندمی رنگت والی عالیہ جعفری اتنی پرکشش نہ تھی لیکن اس کی بھوری آنکھوں کی کشش اسے خاص بنارہی تھیں۔

''تمہیں میرے بارے میں کیسے معلوم ہوا۔؟" وہ مدعے کی بات پر آیا۔

''کیوں اور کیسے کو چھوڑو وہاج ملک۔ یہ بتاؤ کیا تم میری مدد کروگے۔؟" عالیہ کی نگاہیں اپنے دائیں جانب گلاس وال سے باہر ٹکی تھیں۔ چند لمحات قبل وہ اسے اپنے ارادے سے آشنا کرواچکی تھی۔

''میں تمہاری مدد نہیں کرسکتا۔" اس کے جواب پر عالیہ نے جھٹکے سے گردن موڑی۔

''کیا تمہیں جیا سکندر نہیں چاہیے۔؟ تم ایسا کیسے کرسکتے ہو۔؟"

www.novelsclubb.com

''مجھے جیا سکندر نہیں اس کی بربادی چاہیے۔ جس کے لیے میں حریم ناز سے بات کر چکا ہوں۔ بس کچھ دن مزید اور پھر۔۔۔ خلاص۔" وہ ہاتھ باقاعدہ جھاڑ کر بولا۔

''دیکھو میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ مجھے بالاج سکندر ہر قیمت پر چاہیے۔" وہ اپنا ہاتھ زور سے ٹیبل پر مار کر چیخی۔ آس پاس کے ایک دو لوگوں نے مڑ کر اسے دیکھا تھا۔ وہ خجل ہوتی خود کو ریلیکس کرنے لگی۔

''تمہیں پتا ہے جیا سکندر کو میں نئے دن کا سورج طلوع ہونے سے پہلے مار سکتا ہوں۔" وہ اسے سمجھانے والے انداز میں بولا تھا۔

''تو پھر مار دو دیر کس بات کی ہے۔" اس کی بات پر وہاج نے نفی میں سر ہلایا۔ جسم پر کوئی شے گرتی محسوس ہوئی۔ جلن کا احساس بڑھنے لگا وہ جھرجھری لے کر رہ گیا۔

''یہی تو مسلہ ہے کہ میں اسے مار نہیں سکتا لیکن تڑپتا ضرور چھوڑ سکتا ہوں۔" عالیہ کی بھوری آنکھیں چمک اٹھیں۔

''تمہارے پاس جیا کی اور اپنی تصاویر ہیں۔ ہم ان کو استعمال کر سکتے ہیں۔" وہ راز دارانہ انداز میں بولی۔ وہاج گہرا سانس بھر کر اسے دیکھنے لگا۔

''اگر تمہاری اس حریم ناز نے کچھ کرنا ہوتا تو اب تک کر چکی ہوتی۔ بالاج اور جیا ہنی مون کے لیے دبئی جا رہے ہیں۔ اب تو بالکل بھی وقت نہیں رہ گیا۔" وہاج کو اس کی بات کچھ مناسب لگ رہی تھی۔

''ہمم کہہ تو تم ٹھیک رہی ہو۔ سو۔ مجھے کچھ دیر سوچنے دو۔" وہ پر سوچ انداز میں بولا۔ عالیہ اس کے وجیہہ چہرے کو دیکھتی اس کے جواب کی منتظر تھی۔

''اوکے ڈیل ڈن۔" اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔

''ڈن۔ جیا تمہاری۔ بالاج میرا۔" وہ کلچ پکڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہاج کا ہاتھ ہوا میں معلق رہ گیا۔ غصے سے بپھرا وہ وہاں سے چلا گیا۔ عالیہ شاطرانہ چال چل کر ہنس دی۔ اب بالاج کو اس کا ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا تھا۔

فون کی رنگ ٹون کب سے بج رہی تھی۔ لیکن مقابل نے اٹھانے کی زحمت نہیں کی۔وہ کھٹ کھٹ کٹنگ بورڈ پر سبزیاں کاٹ رہا تھا۔فون کی رنگ ٹون دوبارا بج اٹھی۔ملک نے ایک نظر پیچھے انمول کے کمرے کو دیکھا جس کا دروازہ بند تھا اور پھر سبز رنگ کے آئیکن کو پریس کرتا وہ فون کان سے لگا گیا۔

''سلام سسر جی۔آج داماد کی یاد کیسے آگئی آپ کو۔؟" موبائل سپیکر پر ڈال کر وہ سبزیاں ایک برتن میں نکال رہا تھا۔

''آکر فائل لے جاؤ۔میں نے سائن کر دی ہے۔" دوسری جانب سے جہانداد ملک کی آواز ابھری۔ملک نے حیرت سے فون کو دیکھا۔

''ارے واہ۔یہ تو آپ نے بہت اچھا کیا ہے۔ چلیں اب میرا انتظار کریں۔" وہ کال کاٹ کر اپنے کام کی جانب متوجہ ہوا۔پہلے مومن ابراہیم کے ہوتے ہوئے اسے

کھانا خود بنانے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی لیکن اب ضرورت بھی تھی اور مجبوری بھی۔

"کھانا تم کیوں بنا رہے ہو۔ مجھ سے کہہ دیتے میں بنا دیتی۔" انمول اپنے کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔ ملک نے اسے دیکھا جو نیلے آسمان کے رنگ کے سوٹ میں ملبوس تھی۔

"انڈا بھی ابالنا آتا ہے آپ کو۔؟" وہ طنز سے گویا ہوا۔

"جی ہاں سب آتا ہے۔" وہ دانت پیس کر بولی۔

"اچھی بات ہے لڑکیوں کو سب آنا چاہیے سسرال میں کام کرنا پڑتا ہے۔ لیکن فی الحال آپ کو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔" انمول نے غصے سے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے سبزیاں پکڑ لیں۔

"تم بیٹھو میں بناتی ہوں۔" وہ کندھے اچکا کر کچن سے نکل آیا۔

''میں نے تم سے کچھ کہا تھا۔" اوپن کچن سے انمول کی آواز ابھری۔ لیونگ روم میں صوفے پر بیٹھے ملک نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا

''بابا جیل نہیں جائیں گے۔ تم نے اس بات کا جواب نہیں دیا تھا۔" اس کا لہجہ سنجیدہ تھا۔ گلے میں خراش سی تھی۔ غزالی آنکھوں تلے حلقے تھے۔

''آپ فکر نہیں کریں۔ پولیس آپ کے 'باباسائیں' کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتی۔" اس کے جواب پر انمول خاموشی سے کام میں جت گئی۔ اور وہ گہری سانس بھرتا ٹی وی آن کر گیا۔

بالاج اور علی کا ولیمہ اختتام پذیر ہوا تو مہمان واپس اپنے گھروں کے راستے پر گامزن ہونے لگے۔ چار دن بعد ان کی دبئی کی فلائٹ تھی۔ شادی کے بعد عزیز و اقارب کی طرف سے ملنے والی دعوتوں سے نجات کا یہ بہترین ذریعہ تھا۔ ایک مہینے کا وہ ٹرپ یقیناً اس نئے جوڑے کو پرانا کر دے گا اور پھر کسی کو دعوت کا خیال نہیں ہو گا،

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ایسی ان کی سوچ تھی۔ جیا اپنی اور بالاج کی پیکنگ کرنے میں مصروف تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ فلائٹ سے پہلے وہ تھکی ہوئی ہو اس لیے تمام انتظامات وہ پہلے ہی مکمل کر رہی تھی۔

وہ الماری میں سر دیے اپنے کپڑے منتخب کر رہی تھی جب بالاج کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ جیا نے پلٹ کر اسے دیکھا وہ سیاہ شلوار قمیض میں جاذب نظر لگ رہا تھا۔ جیا نے دل ہی دل میں ماشاءاللہ بولا۔ بالاج اب ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا بال سنوار رہا تھا۔

''سنیں۔'' جیا ہاتھ میں ہینگ ہوئے کپڑے اٹھائے ڈریسنگ روم سے نکل کر کمرے میں آئی۔

"سنائیں۔" جیا نے کپڑے بیڈ پر دھرے اور بالاج کو دیکھا۔

''آپ سیاہ رنگ مت پہنا کریں۔'' وہ انگلیاں آپس میں الجھاتی حکم صادر کر گئی۔ بالاج نے حیرت سے اسے دیکھا۔

''کیوں۔؟''وہ جیا کے قریب ہی کھڑا تھا۔اس کے سوال پر وہ گڑبڑائی تھی۔ایک تو وہ لگ اتنا خوبصورت رہا تھا اور اوپر سے اس کی سنہری آنکھوں کی چمک جیا کو نظریں اٹھانے نہیں دے رہی تھی۔

''نظر لگ جاتی ہے۔''

''اچھا تو تم نظر اتار لینا ناں میری۔'' بالاج کا انداز شوخ تھا۔وہ اپنی پیشانی جیا کے ماتھے سے ٹکرا گیا۔

''مم۔مجھے پیکنگ کرنی ہے ہاتھ چھوڑیں۔''وہ سٹپٹا کر بیڈ کی جانب دیکھنے لگی۔ماتھے پر پسینے کی بوندیں چمک رہی تھیں۔

''ویسے یہ تصویر یہاں بہت خوبصورت لگ رہی ہے۔'' بالاج نے ٹاپک چینج کرتے بیڈ کے اوپر کی طرف اشارہ کیا۔جیا نے دیکھا وہاں سے بالاج کا پورٹریٹ ہٹا کر جیا اور بالاج کی تصویر لگا دی گئی تھی۔جو واقعی میں بہت پیاری لگ رہی تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

''بہت۔!" وہ بولی۔ جبکہ دایاں ہاتھ بالاج کی گرفت میں تھا۔

''ہاں لیکن میں زیادہ پیارا لگ رہا ہوں۔" لہجے میں شرارت ناچ رہی تھی۔

''بہت برے ہیں آپ۔" وہ اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے آزاد کرواتی دوبارہ اپنے کام میں مگن ہو گئی۔

''بس کبھی غرور نہیں کیا لیکن تم سے پھر بھی کم برا ہوں۔" اس کی بات کو جیا 'ہنہ' کہہ کر جھٹک گئی تھی۔

''میرے ساتھ پیکنگ میں ہیلپ کروائیں۔" وہ غصے سے چند کپڑے اس کی جانب اچھال کر بولی۔

''یہ کام بیویوں کے کرنے والے ہوتے ہیں۔" وہ کپڑوں کو کیچ کرتا دوبارہ اس کی جانب پھینک گیا۔

''جی شوہر تو بس حکم چلانے اور تنگ کرنے کے لیے پیدا ہوئے ہیں ناں۔"اس کی بات پر بالاج کا قہقہہ چھوٹا۔جیا اسے گھوری سے نوازتی چہرے پر نولفٹ کا بورڈ لگا گئی۔مسکراہٹ بالاج کے چہرے کا احاطہ کیے ہوئے تھی وہ جانتا تھا اس کی یہ کم عقل، پھوہڑ اور غصیلی بیوی جلد ہی اپنی ناراضگی بھلادے گی۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

ملک نے ناجانے کیسے جہانداد ملک کے خلاف کھڑے ہونے والوں کی سلادیا تھا یہ کوئی بھی نہیں جانتا تھا۔لیکن ایک بات تو سب جانتے ہیں کہ پیسہ۔پیسہ ہی ہر کام کرواتا ہے۔ملک جہانداد ملک کی حویلی کے دالان میں کھڑا ہوا تھا۔شائستہ بی اسے وہاں بیٹھا کر جہانداد ملک کو اطلاع دینے گئی تھی۔کمرے کے دروازے کے کھلنے کی آواز پر اس نے دیکھا جہانداد ملک اسی کی جانب رہے تھے۔ہاتھ میں وہی فائل تھامے جو اڑھائی دن پہلے ملک کے ہاتھ میں تھی۔

''یہ لو فائل اور بیٹھو مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔''ملک نے ان کے ہاتھ سے فائل پکڑ کر دیکھی۔وہاں تین مختلف جگہوں پر جہانداد ملک کے دستخط تھے۔

''بہت شکریہ آپ کا۔لیکن میں چائے کے لیے بیٹھ نہیں سکتا۔کام ہیں مجھے۔''وہ تپانے والے انداز میں بولا۔

''بیٹھ جاؤ'ملک' مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔''ان کی بات پر وہ کندھے اچکاتا بادل ناخواستہ بیٹھ گیا۔

''انمول کیسی ہے۔؟''وہ دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں باہم ملائے مرکزی صوفے پر بیٹھے تھے۔

www.novelsclubb.com

''وہ بات کریں جو کرنے کے لیے بٹھایا ہے۔''وہ درشتی سے انہیں مزید کچھ کہنے سے روک گیا۔

''مت بھولو کہ وہ میری بیٹی ہے۔" ان کے نقوش تن گئے۔ملک کا دل کیا یہاں سے اٹھ کر بھاگ جائے وہ مزید اس شخص سے کلام نہیں کر سکتا تھا۔ خیر جہاں اتنا کچھ دل کی مرضی کے بغیر کیا وہاں یہ بھی سہی۔

''اگر اس بیٹی کو آپ کے کارناموں کا علم ہو جائے تو وہ آپ کی طرف دیکھنا بھی پسند نہ کرے۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ جہانداد ملک نے دہل کر اس کی جانب دیکھا۔ لمحے کے ہزارویں حصے میں ملک کو ان کی حالت سے لطف آیا۔

''تم ایسا کچھ نہیں کر سکتے۔" ان کے الفاظ میں ڈر تھا۔ کچھ چھن جانے کا خوف۔ملک مسکراہٹ دباتا ان کے قریب آیا۔وہ سنگل سیٹ صوفے پر براجمان تھے۔ملک نے اپنی ہتھیلیاں ان کے اطراف میں رکھیں اور پھر وہ ان کے کان کے قریب جھک گیا۔

''اگر تو آپ چاہتے ہیں کہ جہانداد ملک کا یہ بھرم یونہی اپنی بیٹی کے آگے قائم رہے تو اس کا خیال اپنے دل، دماغ اور پھیپھڑوں سے نکال دیں۔ اچھا ہو گا۔" اس کی آواز میں چٹانوں کی سی سختی تھی۔

''وہ میرا خون ہے ملک۔ تمہیں اسے طلاق دینا ہو گی۔" انہوں نے ملک کو پیچھے کی جانب دھکیلا۔

''طلاق کا لفظ تو اپنی زبان پر لائیں بھی مت۔ کیونکہ اگر جہانداد ملک میرے پیر بھی پکڑ لے تو میں انمول کو نہیں چھوڑوں گا۔ اس کا نام موت کے بعد بھی میرے نام کے ساتھ جڑا رہے گا۔"

''پچھتاؤ گے تم۔" جہانداد ملک دھاڑے۔

''پچھتائے وہ جسے ڈر ہو۔ اور ویسے بھی پچھتاوا ان کے نصیب میں آتا ہے جو اپنے کیے پر شرمندہ ہوں۔ اور میں جانتا ہوں میں نے جو کیا اپنے اور سب کے بھلے کے لیے کیا ہے۔ میری بیوی کے بارے میں آئندہ مت سوچیے گا۔ اپنے وفادار لوگوں

پر دھیان دیں۔ان کے ضروری کام طویل ہوتے جارہے ہیں۔"اپنی بات کہہ کر وہ وہاں سے چلا گیا۔ پیچھے جہانداد ملک تنہا بیٹھے رہ گئے تھے۔پچھتاوا۔ہاں وہ اس لفظ میں ڈوب گئے۔شاید وہ سچ میں پچھتا رہے تھے۔وہ اس بات پر پچھتا رہے تھے کہ انہوں نے دیر کیوں کی۔انہیں اس شخص کو زندہ چھوڑ دینے کا ملال تھا۔وہ انہیں ندیم کا طعنہ دے کر گیا تھا۔ان کا بس چلتا وہ ساری دنیا کو جلا کر بھسم کر دیتے۔اپنا فون نکالتے انہوں نے بٹن دبائے اور فون کان سے لگایا۔چند مستطیل گھنٹیوں کے بعد دوسری جانب سے آواز ابھری تھی۔

"جی مالک۔"مہذب انداز میں بات کرنے والا ندیم تھا۔

www.novelsclubb.com

"کہاں ہو تم۔؟"دوسری جانب سے کوئی لمبی داستان سنائی گئی تھی۔جہانداد ملک اس کی بات پر یقین کرتے اسے ایک نئی زمہ داری سونپ گئے تھے۔

دور تک پھیلا وہ میدان کہ جسے دیکھنے سے کسی صحرا کا سا گمان ہوتا تھا۔اس وقت سہ پہر کی چھٹ رہی پیلی اور نارنجی دھوپ میں چمک رہا تھا۔اس وقت تمہیں وہاں دو بائیکس کھڑی نظر آئیں گی۔ایک سیاہ اور دُوجی سرخ۔سیاہ رنگ کی بائیک پر بیٹھے شخص نے ہیلمٹ کا شیشہ الٹا تو گہری بھوری آنکھیں سیاہ شیشے کے پیچھے چھپ کر رہ گئیں۔اس کے برابر کھڑی سرخ بائیک پر بیٹھی ہستی نے آنکھوں میں جلن لیے اپنا ہیلمٹ باندھا۔

"زووں" دونوں بائیکوں کی آواز نے ماحول میں ارتعاش پیدا کیا لیکن مومن ابراہیم کے نام کی صدا میں وہ خاموش رہ گئی۔سیٹی کی دھن بجی۔سرخ جھنڈا لہرایا گیا اور پھر دونوں بائیکس ایک ساتھ آگے بڑھے تھے۔وہاں گئی ایک بڑی سی سکرین پر دونوں کھلاڑیوں کوں کود کھایا جارہا تھا۔سرخ رنگ کی بائیک آگے تھی جبکہ سیاہ اس کے پیچھے اس سے آگے نکلنے کی کی تگ ودو کر رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

سرخ رنگ کی بائیک کو چیرتی سیاہ بائیک آگے نکل گئی تو سرخ بائیک نے بھی رفتار پکڑی۔ایک مکمل اور طویل راؤنڈ کے بعد وہ بائیکس واپس اس طرف آتی دکھائی دی تھیں۔

"بسمہ۔بسمہ۔بسمہ۔" سرخ رنگ کی بائیک سب سے آگے تھی۔ریس دیکھنے والوں نے بسمہ نام کی صدا بلند کی۔لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ایک پل آپ کے تو اگلے ہی پل وہ دوسرے کے ہو جاتے ہیں۔

"بسمہ!۔" ان سب کے درمیان کھڑی فریال ساجد کی خوشی دیدنی تھی۔اس کے ساتھ کھڑا عبید باجوہ مسکرا کر بسمہ کو فنش لائن سے قریب آتے دیکھ رہا تھا۔وہ مومن کے سے انداز میں پٹی کو اپنے سینے پر لپیٹتی فنش لائن عبور کر گئی۔سیاہ بائیک میں پیچھے آتے مومن ابراھیم کی آنکھوں میں چمک تھی۔ہر دیکھنے والے نے مومن ابراہیم کو تاسف سے دیکھا تھا۔وہ کبھی کسی سے نہ ہارنے والا ایک معمولی سی لڑکی سے ہار گیا تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

فریال اور باجوہ اس کے قریب کھڑے متبسم لگ رہے تھے۔ مومن نے ہنس کر سر جھٹکا۔ وہ آگے بڑھنے لگا تھا۔ اس کے قریب سے کوئی گزرا۔

"لوزر۔" بسمہ شارق آنکھ ونک کرتی اس کے ساتھ سے گزر کر آگے بڑھ گئی تھی۔

مومن نے اس کی بات پر قہقہہ لگایا۔

وہ خود کو فاتح سمجھ رہی تھی لیکن اصل غازی تو وہ تھا۔ اس نے آج تک بہت سی لڑکیوں سے ریس لگائی تھی اور ہمیشہ جیت اسی کا مقدر ٹھہری تھی لیکن اس بار ریس شروع ہونے سے قبل وہ اس کی سرمئی آنکھوں میں ابھرنے والی چمک کو جھٹلا نہیں سکا تھا۔ وہ خود تو ہار سکتا تھا لیکن ان جیت کی خوشی میں سرشار ہوتی اکھیوں کو نہیں ہرا سکتا تھا۔

وہ اس دن سرِ شام ہی گھر لوٹ آیا تھا جب کچن سے آتی اشتہا انگیز خوشبو اس کے ناک کے نتھنوں سے ٹکرائی۔ انمول اس کی جانب پشت کیے کھڑی کھانا بنا رہی

تھی۔وہ سلام کرتا اپنے کمرے کی جانب چل دیا۔کچھ دیر بعد انمول اسے کھانے کے لیے بلانے آئی تھی۔وہ خاموش سا اٹھ کر کھانے کے لیے آگیا۔کھانا کھانے کے درمیان مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔اس کے بعد وہ دوبارہ اپنے کمرے میں چلا گیا۔انمول نے بھی اس نے بات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔وہ اپنے کمرے میں بیٹھا موبائل پر کسی سے بات کر رہا تھا جب انمول کافی کا کپ ہاتھ میں تھامے کمرے میں داخل ہوئی۔

"آپ پریشان نہیں ہوں وہ جلد ٹھیک ہو جائے گی۔آپ بلاوجہ میں پریشان ہو رہی ہیں۔"انمول کے کان 'ہو رہی ہیں' پر کھڑے ہوئے تھے۔

www.novelsclubb.com

"آپ جیسی بہادر لڑکی کو کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔آپ بس دعا کریں اور کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو آپ مجھے کہہ سکتی ہیں۔"ملک نے انمول کے ہاتھ سے کپ پکڑا وہ وہیں کھڑی رہی۔

"اوکے جیسے آپ کی مرضی میں کچھ دیر تک آتا ہوں۔" ملک نے کال کاٹ کر سوالیہ نظروں سے انمول کو دیکھا وہ اسی کی جانب دیکھ رہی تھی۔

"کون تھی یہ ؟" انہوں نے دانت کچکچائے۔

"کون ؟ اچھا کال پر۔؟ تھی کوئی لڑکی۔" ملک نے گہری مسکراہٹ سے جواب دیا جیسے مقابل ہستی اسے جانے کتنی ہی عزیز ہو۔

"کس لڑکی کے ساتھ آئے ہو تم۔؟" نیا سوال کیا۔ وہ کھڑکی سے ملک کو اپنی گاڑی سے اترتا دیکھ چکی تھی۔

"میں جس مرضی کے ساتھ آؤں۔ آپ سے مطلب۔؟" ملک نے کافی کا گھونٹ بھرا۔

"بالکل مجھے کیا مطلب ہو سکتا ہے تم جس مرضی کے ساتھ آؤ۔ مجھے کوئی حق نہیں پہنچتا سوال جواب کرنے کا۔" انمول آنسو پیتی واپس چلی گئی۔ پیچھے ملک سر پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔

"شٹ۔ ڈیم اٹ۔" اس نے کافی کا کپ غصے سے ٹیبل پر پٹخا۔

انمول لاؤنج میں بیٹھی آنسو بہا رہی تھی۔ اسے امید تھی کہ وہ اسے منانے آئے گا۔ لیکن ایک گھنٹہ بیت جانے کے بعد بھی وہ نہیں آیا تھا۔ اس کا دل درد کر رہا تھا۔ اس نے ایسا تو نہیں چاہا تھا۔ مانا کہ وہ غلط تھی لیکن معافی بھی تو مل سکتی ہے ناں۔ لیکن وہ نہیں جانتی تھی غلطی ایک مرتبہ ہو تو سو دفعہ معافی مل جاتی ہے لیکن ہر بار کی غلطی پر بار بار معافیاں نہیں ملا کرتیں۔

"کلک" کی آواز سے ملک کے کمرے کا دروازہ کھلا۔ انمول گھٹنے سینے سے ٹیکے صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی جب ملک آکر اس کے ساتھ براجمان ہوا۔ وہ تیزی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ملک نے پھرتی سے اسے کلائی سے تھام کر دوبارہ بیٹھا دیا۔

''آئی ایم سوری انمول۔'' وہ چار لفظ تھے لیکن انمول کو لگا جیسے زندگی بھر کے شکوے شکایات دور ہو گئے ہوں۔ سارے دھندلے مناظر صاف شفاف نظر آنے لگے ہوں۔ وہ پلکیں دوبارہ جھپک کر اسے دیکھنی لگی۔ یقین کرنا مشکل تھا کہ اس کے سامنے براجمان شخص 'ملک' تھا۔

''میں کون ہوتی ہوں تمہیں معاف کرنے والی۔ معافی اپنی اس ہوتی سوتی سے مانگو۔'' وہ رخ موڑے بیٹھی تھی۔ لیکن کن اکھیوں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

''میری کوئی ہوتی سوتی نہیں ہے وہ۔ اس کا نام ماہزین ہے اور وہ میری سٹوڈنٹ ہے۔ اور اس وقت اسے تسلی اور حوصلے کی ضرورت تھی۔'' وہ کسی سے سیدھے منہ بات نہ کرنے والا آج اس کے سامنے صفائیاں پیش کر رہا تھا۔

''مجھے کیوں صفائیاں دے رہے ہو۔ میرا کیا حق ہے تم پر۔ لگتی ہی کیا ہوں میں تمہاری۔؟'' وہ ملک کے الفاظ ملک کو ہی لٹا رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

''تمام حق ہی آپ کا ہے۔'' ملک نے اس کا رخ اپنی جانب موڑا۔ وہ سوں سوں کرتی رو رہی تھی۔اور ملک کو وہ آج سے سالوں پہلے والی انمول لگی۔

''جھ۔ جھوٹے ہو تم ایک نمبر کے۔''

''شکر نہیں کرتی کہ اس دو نمبری کے زمانے میں یہ بندہ ایک نمبر ہے۔'' ملک نے اس کے دائیں گال سے آنسو صاف کیے۔

''اس بندے کو جوتوں کی کمی ہے بس۔'' وہ نروٹھے پن سے بولی تھی۔

''لا حولا ولا قوۃ۔اب آپ اپنے مجازی خدا کو جوتوں سے پیٹیں گی زوجہ؟'' ملک نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔ کیا زمانہ آگیا ہے۔

''زوجہ۔؟'' انمول کی سوئی زوجہ لفظ پر اٹکی ہوئی تھی۔

''ہاں ملک کی زوجہ۔ زوجۂ ملک۔'' اس نے انمول کی ناک دبائی۔انمول نے اس کا ہاتھ اپنے چہرے سے ہٹاتے دونوں ہتھیلیوں میں تھام لیا۔

''تمہیں پتہ ہے میں بچپن سے کبھی نہیں روئی تھی۔"ملک غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''جب کبھی مجھے چوٹ لگتی تو بابا سائیں مجھے رونے نہیں دیتے تھے لیکن یہ پہلی دفعہ ہے کہ میں پچھلے چند ماہ میں اتنی بار روئی ہوں۔ تم نے مجھے بہت رلایا ہے ملک۔"وہ آنکھوں میں غم و غصہ لیے اسے دیکھ رہی تھی۔

''میں نے رلایا ہے ناں۔ میں ہی مداوا بھی کروں گا ایک ایک آنسو ایک ایک تکلیف کا ازالہ کروں گا میں۔"ملک نے اس کے ہاتھ کی پشت پر بوسہ دیا۔انمول کے دل نے لفظ محبت کی صدا لگائی تو ہر جانب جیسے بہار اتر آئی۔

www.novelsclubb.com

''اب بندہ کیا ہی بولے تمہیں۔؟"وہ اپنے ہاتھ چھڑواتی تپ کر گویا ہوئی۔

"خوبصورت، پیارا، دلکش، حسین، دیدہ زیب اور ایسے بہت سے الفاظ مل سکتے ہیں آپ کو میری شان میں عرض کرنے کے لیے۔"ملک نے آنکھ ونک کی۔

''معذرت لیکن میں یہ الفاظ کہہ کر ان کا دل نہیں دکھا سکتی۔"انمول نے میٹھا سا طنز کیا۔

"اوہیلو ایسا پرنس چارمنگ بندہ تمہیں چراغ لے کر بھی ڈھونڈنے سے نہیں ملے گا ۔"ملک نے دہائی دی۔

"شکر ہے تم نے خود کو ٹام کروز نہیں بول دیا۔"ملک نے دیدے پھاڑے اسے دیکھا۔انمول اس کی حالت سے محفوظ ہوئی تھی

''واٹ ! ! وہ بڈھا۔؟"

''بڈھا ہی سہی لیکن ہے تو پیارا ناں"انمول صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ماحول ہلکا پھلکا ہو گیا تھا۔ساری بے زاری اور بے اعتنائی دور ہو گئی تھی۔

"شرم تو نہیں آتی شوہر کے ہوتے ہوئے نامحرموں کو سوچتے ہوئے۔"ملک نے دانت پیسے۔اس کی بیوی کو اس کے مدمقابل وہ ٹام کروز اچھا لگ رہا تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

''جس نے کی شرم اس کے پھوٹے کرم۔" دل جلانے والی مسکراہٹ سے بولتی وہ اندر اپنے کمرے میں گم ہو گئی تھی۔ ملک سر جھٹک کر رہ گیا۔ آہ یہ دن بھی آنے تھے۔

کمرہ نیم تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ روشنی کا ذریعہ وہاں لگی پروجیکٹر سکرین بن رہی تھی۔ جس پر انگریزی حروف میں مارشل آرٹس لکھا جگمگا رہا تھا۔ اس کے سامنے ہی ملک بلیک تھری پیس سوٹ میں ڈیسک کے سامنے کھڑا تھا ایسے کہ دونوں کہنیاں ڈیسک پر تھیں۔ اس کے سامنے پہلی قطار میں مومن ابراہیم، مینیجر اور چند ایک اعلیٰ ماسٹرز بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ جو مارشل آرٹس میں پور پور ڈوبے ہوئے تھے۔ جبکہ ان کے پیچھے اونچی ہوتی کرسیوں پر تمام سٹوڈینٹس براجمان تھے۔ آج ان کو مارشل آرٹس اور اس کی تعلیم سے آگاہ کیا جانا تھا۔ معمولی بات چیت کے بعد ملک آج کے لیکچر کی جانب بڑھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

''مارشل آرٹ کیا ہے۔؟''اس کی آواز پوری کلاس میں گونج رہی تھی۔

''مارشل آرٹ لڑائی کی ایک قدیم روایت ہے جو اپنے دفاع، مسابقت، جسمانی، ذہنی اور روحانی نشوونما کے لیے مشق کی جاتی ہے۔مارشل آرٹس کا آغاز 3,000 سال پہلے سری لنکا میں ہوا، جو آہستہ آہستہ چین، ہندوستان، کوریا، مغرب اور امریکہ تک پھیل گیا۔اور اب اس کا سلسلہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ پاکستان میں بھی اپنایا جارہا ہے۔''بسمہ شارق نے توصیفی انداز میں آئبر واچکا کر اسے دیکھا۔

''مارشل آرٹس ہمیں اعتماد، ذہنی طاقت، ہمت، استقامت، کام کی اخلاقیات، عاجزی، ہمدردی، دیانتداری، مہربانی، احترام، عزت، نظم وضبط اور بہت کچھ سیکھاتا ہے۔اس کی تربیت کے دوران میں پیدا ہونے والی دوستیاں اکثر زندگی میں کسی بھی چیز سے زیادہ حقیقی ہوتی ہیں۔یہ آپ کو کسی بھی جگہ کسی بھی مقام پر فیضیاب کر سکتی ہیں۔اب چلتے ہیں اس کی تعلیم کی جانب۔''ملک نے سکرین کی جانب اشارہ کیا۔اور پھر پاس لگے وائٹ بورڈ پر چند الفاظ گھسیٹے۔

www.novelsclubb.com

"ایج رسٹرکشنز۔ Age Restrictions۔ کیا مارشل آرٹس کے لیے عمر مختص کی گئی ہے۔ نہیں بالکل بھی نہیں۔ مارشل آرٹس کو نہ صرف بچوں اور نوعمروں بلکہ بڑوں اور بوڑھوں کے مردوں اور عورتوں کے لیے بھی حتمی خود دفاعی طریقہ کار کے طور پر جانا جاتا ہے۔ آج کل زیادہ تر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مارشل آرٹ صرف ایک قسم کا کھیل ہے۔ لیکن، جو بھی مارشل آرٹس سیکھتا ہے وہ بہتر جانتا ہے کہ مارشل آرٹس صرف ایک قسم کے کھیل سے زائد ہے۔ اس کے فوائد جسمانی اور روحانی طور پر مثبت اثر کرتے ہیں۔" مومن ابراہیم نے آنکھوں کے اشارے سے اسے سراہا۔ باقی تمام نفوس چہرے پر سنجیدگی سجائے بیٹھے تھے۔ اور ملک بول رہا تھا۔

"اب چلتے ہیں اس جانب کہ یہ کیسے اور کب مدد کرتا ہے۔ نمبر ایک۔ سیلف ڈیفنس۔ جس کا اردو معنی خود کا دفاع کرنے کے ہیں۔ یہ ایک جوابی اقدام ہوتا ہے جو آپ خود کو نقصان یا خطرے سے بچانے کے لیے کرتے ہیں۔ مارشل آرٹس

www.novelsclubb.com

آپ کو بہت کچھ سکھاتا ہے۔اس کی تربیت سے آپ ایک مضبوط انسان بن جاتے ہیں۔اس کی بنیاد ہی آپ کو چلنا سکھاتی ہے۔"

(وہ جینز کی پاکٹس میں ہاتھ ڈالے چلتا جا رہا تھا۔ بھوری اینٹوں سے بنی وہ گلی طویل تھی جس کے اختتام پر سٹریٹ لائٹس کی روشنی میں دمکتے سٹال نظر آرہے تھے ۔جبکہ وہ جگہ اس کے برعکس تھی۔وہاں ہر سو اندھیرا چھایا ہوا تھا جب اسے اپنے عقب سے کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔وہ مڑا لیکن وہاں کسی کو نہ پا کر دوبارا آگے پلٹ کر دیکھا جب کسی نے ہاتھ کا مکا بنا کر اس کے چہرے پر وار کرنا چاہا۔وہ ایک دم نیچے جھکا۔مقابل کا وار چوک گیا اور اس نے اپنا گھٹنا زور سے اس کے پیٹ میں دے مارا۔وہ جو کوئی بھی تھا۔ایک ماہر کھلاڑی تھا۔وہ سفید کا فتان پہنے ہوئے تھا جس کی کمر پر براؤن بیلٹ بندھا ہوا تھا۔اس نے اپنی ٹانگ گھما کر 'عبید باجوہ' کو مارنی چاہی لیکن اس سے پہلے وہ چھلانگ لگا کر اس پر حملہ آور ہو گیا۔دو تین زوردار مکے مارنے کے بعد وہ اٹھا اور سامنے والے کو بھی اٹھانے لگا۔

’’عبید باجوہ کے پاس آنے سے پہلے اپنے باپ سے لڑائی سیکھ کر آنا تھا۔" باجوہ نے اسے گردن سے دبوچ کر اسکے سر پر اپنے پیشانی دے ماری اور گرفت چھوڑنے پر وہ نیچے جا گرا۔ تو یہ تھا ان کا 'ٹاسک'۔

" باجوہ سے بچ کر رہو وہ تمہیں دنیا میں حشر دکھا دے گا۔" بڑبڑاہٹ جاری تھی اور وہ آگے بڑھتا جا رہا تھا گلی کے اس حصے کی جانب جہاں روشنی تھی۔)

’’مارشل آرٹس کا ایک ایک پہلو اہمیت کا حامل ہے۔ ہماری نوجوان نسل کو اس کی تعلیم و تربیت کی اشد ضرورت ہے۔ کیونکہ اس کے فوائد کی فہرست طویل ہوتی ہے۔ یہ آپ کو جسمانی فٹنس اور ہم آہنگی فراہم کرتی ہے۔ اپنے دفاع کے لیے مہارت بخشتی ہے۔ انسان کے کردار کو پختہ کرتی ہے تو اس سب کے ساتھ ساتھ یہ ہمیں محنت اور جہد وجہد کرنا سکھاتی ہے۔ مارشل آرٹس محض لڑائی سیکھنے کے طریقے نہیں ہیں یہ ایک طریقۂ حیات ہے۔ یاد رکھیں، مارشل آرٹس صرف جسمانی لڑائی نہیں؛ یہ ذہنی اور روحانی ترقی بھی دیتی ہے۔ آپ اپنی زندگی میں کوئی

بھی مقام حاصل کر سکتے ہیں بڑی سے بڑی چیز پر آپ فاتح کی طرح قابض ہو سکتے ہیں۔"

(سورج اپنے جوبن پر نکل آیا تھا۔اگر تم اسلام آباد کے اس پوش علاقے میں موجود سٹریٹ نمبر 44 میں بنے اس سبز بیلوں سے ڈھکے سیاہ گیٹ والے بنگلے کو دیکھو تو ایک لمحے کے لیے تمہاری آنکھیں چندھیا جائیں گی۔ایک سیاہ مرسیڈیز کے لیے لمبا اور لوہے کا مضبوط گیٹ کھلا اور وہ اندر داخل ہوئی۔پتھر کی بنی روش سے ہو کر وہ ایک سوئمنگ پول کے قریب آکر رک گئی۔شوفر نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا تو شارق کبیر نے اپنا پاؤں باہر نکالا۔

www.novelsclubb.com

"سر میم آپ سے ملنے آئی ہیں۔"ایک ہاتھ باندھے کھڑی ملازمہ نے آگے بڑھ کر اطلاع دی۔وہ سیاہ گلاسز اتار کر ہاتھ میں پکڑے گھر کے اندرونی حصے کی جانب بڑھے۔

''ویلکم ہوم مائے ڈاٹر۔" وہ بانہیں پھیلائے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے۔ بسمہ شارق نے نخوت سے منہ موڑ لیا۔ وہ قہقہہ لگاتے کوٹ کا سامنے والا بٹن کھول کر کروفر سے سفید صوفے پر براجمان ہوئے۔

''اتنی صبح صبح کہاں گئے تھے آپ؟" وہ سینے پر بازو باندھے کینہ توز نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"یونو ناں میری کچھ ایکٹیوٹیز بھی ہوتی ہیں۔" وہ ہلکی مسکان چہرے پر سجائے ہوئے تھے۔

"یا میں یوں کہوں کہ ساری رات کی ایکٹیوٹیز کے بعد اب آپ کو فرصت ملی ہے گھر آنے کی۔؟" شارق کبیر نے تنبیہ نگاہوں سے اسے مزید کچھ بھی کہنے سے روکا۔

"کیوں آئی ہو تم یہاں ہے؟" وہ دائیں ہاتھ کی ایک انگلی سے کنپٹی سہلا رہے تھے۔

"اپنا حق لینے آئی ہوں۔" وہ دو بدو بولی۔

''کیسا حق ؟" انہوں نے سوال داغا۔ بسمہ نے چند کاغذات ان کے سامنے رکھے۔ انہوں نے سر سری نگاہ ڈالنی چاہی لیکن نظروں نے ہٹنے سے انکار کر دیا۔

''یہ تمہیں کہاں سے ملے ؟" اپنی ہی آواز کھائی سے آتی معلوم ہوئی۔

''کہاں اور کیسے کو چھوڑیں جلدی سے اس پر دستخط کریں مجھے جانا بھی ہے۔" اس نے ایک پین نکال کر ان کے سامنے کیا۔

"یہ میری سلطنت ہے بسمہ۔ میں کنگال ہو جاؤں گا۔ تم ایسا کیسے کر سکتی ہو۔ میں باپ ہوں تمہارا۔"

"باپ نام کے لفظ سے بھی نفرت ہے مجھے۔ اور یہ آپ کی حرام کی جائیداد کے کاغذات نہیں بلکہ میری ماں کی حلال کی پراپرٹی کے پیپرز ہیں دستخط کریں جلدی

ورنہ کورٹ ویسے بھی مجھ پر مہربان ہے۔"اس کی بات پر وہ لب بھینچے دستخط کرتے گئے۔

"ایک بات کہنا چاہوں گی کہ عورتوں کو استعمال کرنا چھوڑ دیں۔ان کی بھی کوئی عزت ہوتی ہے۔ان کی عزت کو پامال کرتے وقت آپ یہ بھول مت جایا کریں کہ آپ کی نسل میں فقط آپ کی بیٹی ہے۔"جانے سے پہلے وہ نپے تلے الفاظ ان کے گوش گزار کر گئی تھی۔جوان کو زہر سے بھی زیادہ زہریلے معلوم ہوئے تھے۔)

"مارشل آرٹس جیت یا ہار کا نام نہیں ہے یہ خود کو دریافت کرنے کا طریقہ ہے۔یہ ہمیں چیلنجز کو قبول کرنے،رکاوٹوں کو عبور کرنے اور اپنے آپ کو بہتر بنانے کے طریقے بلا تفریق سکھاتے ہیں۔ہمارے اس سینٹر کا مقصد ہی آپ کو اپنے پیروں پر کھڑا کرنا ہے۔آپ تمام لوگ اپنی مرضی سے یہاں نہیں آئے ہوئے(یہ کہتے ہوئے اس کے چہرے پر پراسرار مسکراہٹ چھائی تھی)آپ کو مجبوری اور ضرورت یہاں کھینچ لائی تھی۔اور اب آپ اس سینٹر کا حصہ اس کے رہنے والے

ہیں۔آپ کی پہچان ہی ایم۔ایس مارشل آرٹس سے ہوتی ہے۔ پچھلے ایک لمبے عرصے سے آپ کی تعلیم جاری تھی جس میں بہت سے سٹوڈنٹس نے بعدازاں شامل ہو کر اپنے ٹیلنٹ کو ابھارا۔ ہمارے سینٹر کا نام روشن کیا جس میں اہم کردار۔ سر مومن ابراہیم۔ سر جنید حامد اور ہمارے سابقہ سٹاف کا تھا۔"

(ان دونوں کو دبئ آئے ایک ہفتہ گزر چکا تھا۔دبئ اپنے مشہور مقامات اور بے جا ساحلوں کی وجہ سے دنیا میں ٹاپ لسٹ پر آتا ہے۔ برج خلیفہ ،دبئ مال، گہرے سوئمنگ پول اور اور لمبی ساحلی پٹیاں اسے مشہور ترین بناتی ہیں۔جیا اور بالاج اس وقت دبئ مال میں تھے۔یہ مال رقبے کے لحاظ سے دنیا کا دوسرا بڑا مال تھا۔رات کا وقت تھا اور جو مزہ رات کو شاپنگ کرنے میں ہوتا ہے وہ دن میں کہاں۔دبئ مال کی حدود میں داخل ہو تو آئی لو دبئ سفید بتیوں سے چمکتا ہوا نظر آئے گا۔سامنے ہی برج خلیفہ اور آس پاس کی بلند و بالا عمارات نظر آتی ہیں۔وہ دونوں اس وقت مال

کے اندر کھڑے تھے۔ بہت وقت گزر چکا تھا لیکن جیا واپسی کا نام نہیں لے رہی تھی۔

''جیا بس پلیز میں بہت تھک چکا ہوں۔" وہ ایسا بہت بار کہہ چکا تھا لیکن بے سود۔

''بالاج ابھی تو ہم آئے ہیں یہاں۔ کچھ دیر مزید پلیز۔" وہ ڈھیٹ بنت ڈھیٹ تھی جو واپسی کا نام نہیں لے رہی تھی۔ بالاج کے دونوں ہاتھوں میں شاپنگ بیگز تھے جس میں ان کی شاپنگ کے ساتھ ساتھ گھر والوں کے لیے بھی تحفہ تحائف تھے۔ جیا مزید آگے چلتی جا رہی تھی۔ اور پھر ایک دم وہ مبہوت رہ گئی۔ سامنے ہی دبئی مال میں موجود قابلِ دید واٹر فال (آبشار) تھا۔ جیا نے سر اٹھایا وہ لاتعداد فلورز سے نیچے کی جانب چلتا آبشار دیکھنے والے کو ایک پل کے لیے اپنے سحر میں جکڑ لیتا تھا۔ اور پھر جیا کا ایک طویل فوٹو شوٹ والا مرحلہ شروع ہوا۔ وہ جیسے جیسے آگے بڑھتی جاتی نئی سے نئی شے اسے حیران کر رہی تھی۔ کیا ایکویریم، کیا خوبصورتی ہر شے اپنی

امارت کا منہ بولتا ثبوت تھی۔دبئی مال کے باہر ایک سمندر بھی تھا۔نیلے پانی کا سمندر۔جیا کا شاید آج واپس جانے کا ارادہ نہیں تھا۔)

''آپ کی طاقت کو اُجاگر کرنے کے لیے ہم نے ٹاسک ریڈی کیے ہیں۔جس میں آپ اپنی سیکھی ہوئی صلاحیتوں کا استعمال کر کے خود کو منظر عام پر لائیں گے۔ان ٹاسکس میں کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہو گی۔مقابلہ بر حق ہے جو آپ کو کرنا ہو گا۔اور اگر اس دوران آپ میں سے کسی کو کچھ بھی ہو جائے تو سینٹر اس سب کا زمہ دار نہیں ہو گا۔ایسی صورتحال میں آپ فوراً سے پیشتر اس ڈپارٹمنٹ کے سب ہیڈ اور کوچ مومن ابراہیم اور مینیجر جنید کو کال کریں گے۔جیسے کہ آپ کو فوری طبّی امداد کی سکلز دی گئی ہیں لہذا یہ سب بھی آپ کے لیے مشکل نہیں ہو گا۔''اس کی آواز گونج رہی تھی تھی۔کلاس میں پن ڈراپ سائلنس چھایا ہوا تھا۔

(وہ اور فریال ساجد ایک پارک میں بیٹھی ہوئی تھیں۔پتھر کی بنی اس جھونپڑی تلے ٹھنڈی چھایا اور ہوا کے جھونکے گرمی کے موسم کو معتدل کر رہے تھے۔ہوا ان

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کے چہروں پر سے بالوں کو ہٹاتی پیچھے کی جانب لہرا رہی تھی۔ کچھ غیر معمولی سا محسوس ہونے پر بسمہ نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی۔ لیکن وہاں کوئی نہیں تھا۔

"مجھے نہیں لگتا کہ سر نے کوئی ٹاسک دیا ہو گا ہمیں۔ بلکہ میرے خیال میں اصل بات یہ ہے کہ وہ ہم سے اکتا گئے ہیں اس لیے ہمیں بریک دی ہے۔" فریال ساجد اپنے سامنے بیٹھی بسمہ شارق سے خیالات کا اظہار کر رہی تھی۔

"ایسا نہیں ہو سکتا ہمیں چوکنا رہنا ہو گا۔ کبھی بھی کچھ بھی ہو سکتا ہے۔" بسمہ کی تیز نگاہیں دور جھاڑیوں میں اٹکی ہوئی تھیں۔

"بالکل ہونے کو تو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ جیسے کہ تمہاری سر مومن سے بے عزتی بھی ہو سکتی ہے۔" بسمہ نے کڑی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"بہت فضول بولنے لگی ہو تم۔" بسمہ نے اسے لتاڑا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"ویسے یار ایک بات ہے سر مومن ناں ایک دم آئیڈیل قسم کے بندے ہیں۔ میرا مطلب۔۔۔ بسمہ . ! ! " بات کرتی فریال کی آنکھیں ایک دم سے پھٹ گئیں۔ وہ اپنی جگہ سے کھڑی ہوتی چیخ اٹھی تھی۔ فریال کی آواز پر اس سے پہلے بسمہ سنبھل پاتی کسی نے بے دردی سے اسے گردن سے دبوچا تھا۔ اس شخص کے دونوں ہاتھ اس کی گردن پر اپنی گرفت مضبوط کیے جا رہے تھے۔ اسے اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا۔ گرفت مضبوط ہوتی جا رہی تھی جس کے ساتھ ہی بسمہ خود کو موت کی راہ پر گامزن پا رہی تھی۔

"فف۔ فر۔ یا۔ ل۔؟" بامشکل آنکھیں کھول کر اس نے سامنے دیکھا۔ فریال وہاں موجود نہیں تھی۔ بلکہ وہ نیچے زمین پر بے ہوش اور بے سدھ پڑی ہوئی تھی۔ بسمہ کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے اس شخص کی گرفت کو اپنی گردن سے ہٹانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"آپ دونوں میں سے کسی ایک کی موت یقینی ہو گی۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بسمہ نے دیکھا فریال کے وجود میں جنبش نہ ہونے کے برابر تھی۔اس کے دماغ کی شریانیں پھٹنے لگیں۔اس نے اپنی کہنی مقابل کے پیٹ میں دے ماری۔ گرفت زرا ہلکی ہوئی تھی۔بسمہ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی پشت اپنی آنکھوں کے سامنے کی اور اسے اپنی گردن کی جانب لے جاتے وہ ایک دم گھومی گئی اس کے ہاتھوں کی ضرب کی بدولت وہ مقابل کی گرفت سے رہا ہوئی تھی۔اپنی ایک ٹانگ اس نے گھما کر مقابل کے منہ پر ماری اور دوسری ٹانگ سے اس کے سینے پر ضرب لگاتے پیچھے دھکا دیا۔وہ لڑھکتا ہوا تین سیڑھیوں سے نیچے جا گرا۔اس کی حالت بری ہو چکی تھی۔وہ بھاگ کر فریال کے قریب آئی اور اسے آواز دینے کی کوشش کی لیکن۔۔ حلق جامد تھا یوں جیسے کسی نے الفاظ کے آگے پل باندھ رکھے ہوں۔اس نے فریال کی نبض چیک کی۔وہ محسوس نہیں کر پائی کہ وہ چل رہی ہے یا نہیں۔

''ہونے کو تو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔''آنسو بسمہ کے گال بھگونے لگے۔اس نے فریال کا گال تھپتھپایا لیکن وہ نہیں اٹھی۔اب وہ کپکپاتے ہاتھوں سے ایک نمبر ڈائل کر رہی تھی۔دوسری جانب گھنٹی جا رہی تھی۔)

''جو سٹوڈینٹس اس ٹاسک کو پورا کریں گے انہیں بیسٹ اچیورز کا ایوارڈ دیا جائے گا۔اس کے علاوہ مارشل آرٹس میں،آپ اپنی ترقی اور تربیت کے خود ذمہ دار ہیں، لیکن آپ ایک بڑی کمیونٹی کا حصہ بھی ہیں۔جو آپ کو معاون ماحول دیتی ہے جہاں ہر کوئی اپنے اپنے مقاصد کے لیے کام کر رہا ہے،بلکہ ایک دوسرے کو خوش کر رہا ہے۔آپ اس قابل ہیں کہ اپنی قابلیت کا لوہا منوا سکیں۔''

www.novelsclubb.com

(مومن برق رفتار سے ہاسپٹل پہنچا تھا۔کاریڈورز میں اسے ڈھونڈتے وہ ایک راہداری میں آکر تھم گیا۔سامنے ہی بسمہ ایک دیوار سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا۔''تم ٹھیک ہو۔؟''اس نے آگے بڑھ کر پوچھا۔بسمہ نے

چونک کر سر اٹھایا۔ مومن کو دیکھ کر اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ اور اندر آئی سی یو کی جانب اشارہ کیا۔

"کیا ہوا اسے؟ کوئی انجری Injury؟"

"نروس بریک ڈاؤن ہوا ہے۔ وہ شدید گھبرا گئی تھی۔" بسمہ نے اطلاع دی۔ مومن نے آئی سی یو کی جانب دیکھا۔ وہ ان سٹوڈنٹس میں تھی جن کا ریفلیکس ایکشن کام نہیں کرتا وہ یا تو خاموش رہتے ہیں یا اگلے ہی پل کسی سانحے سے دوچار ہو جاتے ہیں۔

"تم پریشان مت ہو وہ ٹھیک ہو جائے گی۔۔ سسٹر۔" مومن نے پاس سے گزرتی نرس کو مخاطب کیا۔ وہ ان کی جانب چلی آئی۔

"کوئی آئنمنٹ لگا دیں آپ اسے۔" وہ بسمہ کی گردن کی جانب اشارہ کر رہا تھا جہاں سرخ رنگ کی خراشیں نظر آ رہی تھیں۔ وہ چپ چاپ نرس کے ساتھ چلی گئی۔ مومن نے ملک کو اطلاع کرنے کی خاطر اپنا فون جیب سے نکالا۔)

''آپ سب کی ٹریننگ ایک محدود وقت تک کی ہے جس کے بعد آپ تمام لوگ قابل بن کر اس سینٹر سے نکلیں گے۔جو لوگ اپنے بل بوتے پر رہنا چاہتے ہیں وہ رہ سکتے ہیں۔اس کے علاوہ وہ لوگ جو خطرے سے دوچار یا اپنے دوش پر کچھ نہیں کر سکتے انہیں یہ سینٹر ہیون مہیا کرتا ہے۔"

(ساحلِ سمندر کی وہ پٹی دبئی کے شمال مشرقی سمت میں موجود تھی۔الممزر کا وہ ساحل سیاحوں کے لیے کشش کا باعث بنتا تھا۔سہ پہر چھٹ رہی تھی وقت رفتار پکڑے شام کی جانب رواں دواں تھا۔ایسے میں اگر تم دیکھو تو اس لمبی ساحلی پٹی کے ایک طرف تمہیں خوبصورت سی جگہ بنی نظر آئے گی۔وہ خطہ چوکور ڈیکوریٹ کیا گیا تھا۔اس کے نیچے ہی دو کرسیاں اور ایک میز لگی ہوئی تھی جس پر اس وقت جیا اور بالاج بیٹھے ہوئے تھے۔آس پاس دوسرے سیاح بھی موجود تھے تو کوئی اپنے دن کو بہتر بنانے یہاں آیا ہوا تھا۔

www.novelsclubb.com

"تو یہ تھا آپ کا سرپرائز جس کے لیے مجھے یہاں بلایا آپ نے۔" جیا نے داد دیتی نگاہوں سے آس پاس دیکھ کر کہا۔ وہ اس وقت سرخ رنگ کی فراک میں ملبوس تھی۔ جو کلائیوں اور دامن سے سنہری آرائش سے آراستہ تھی۔ بال کرل کر کے ایک جانب ڈال رکھے تھے۔

"جی ہاں۔ اب اپنی مسز کے لیے اتنا تو کر ہی سکتا ہوں ناں۔" بالاج نے چھری اور کانٹے کی مدد سے پلیٹ میں موجود کھانے کا لقمہ توڑ کر جیا کی جانب بڑھایا۔ وہ آف وائٹ سوٹ پہنے ہوئے تھا۔

"میرے جیسے شوہر ہوتے ہیں جو بیوی کے منہ سے دو لفظ محبت کے سننے کو ترس جاتے ہیں۔" بالاج افسوس سے کہہ رہا تھا۔ جیا نے لب دبائے۔

"محبت میں دو نہیں چار لفظ ہوتے ہیں۔" جیا نے اپنی کہی بات پر فرضی کالر جھاڑے۔ بالاج نے تاسف سے سر جھٹکا۔ جیا کچھ دیر سوچ بچار کے بعد بولنے لگی۔

''آپ جانتے ہیں میں نے بچپن سے آپ کا وہ روڈ اور غصے والا روپ دیکھا تھا۔آپ ہمیشہ مجھ سے بنام کی بات چیت کیا کرتے تھے۔آپ کی روک ٹوک سے بعض اوقات میں اکتا جاتی تھی لیکن پھر آپ کی وہی روک ٹوک ایک محافظ کا روپ دھارنے لگی۔آپ کا حوالہ مجھے معتبر کر دیا کرتا تھا۔آپ نے کبھی مجھے تنہا نہیں رہنے دیا۔غصے والے سہی لیکن کبھی غیروں جیسا سلوک نہیں کیا۔پھر میرے جذبات بدلنے لگے میں نہیں جانتی تھی محبت کیا ہوتی ہے(آنکھوں کے سامنے وہاج ملک کا چہرہ چھا گیا) لیکن آپ نے مجھے محبت کرنا سکھایا ہے۔مجھے ہمیشہ آپ کی اٹینشن گین کرنا اچھا لگتا تھا چاہے پھر چاہے آپ مجھے ڈانٹ ہی کیوں نہ دیں لیکن حقیقت یہی ہے کہ مجھے آپ سے ہمیشہ ایک نئے سرے سے محبت ہوئی ہے۔" جیا کسی جادوئی لمحے کی قید میں مقید بول رہی تھی۔

''اس سب کو تم ان تین الفاظ میں بھی سمیٹ سکتی تھی جسے سننے کی چاہ مجھے ازل سے ہے۔" بالاج کی بات پر اس نے خونخوار نظروں سے اسے گھورا۔

''آپ اس قابل ہی نہیں ہیں کہ آپ سے اظہارِ محبت کیا جائے۔" سرخ و سپید رنگت میں غصے سے سرخیاں گھلنے لگیں۔

اگلے چند لمحات میں وہ دونوں ساحل کنارے چہل قدمی کرتے نظر آرہے تھے۔ پانی آتا اور ان کے پیروں کو چھو کر چلا جاتا۔ جیا کو یہ سب بہت حسین لگ رہا تھا۔ انہیں یہاں آئے ہوئے یہ تیسرا ہفتہ تھا۔)

''جی ہاں 'ہیوِن Havenایک پناہ گاہ۔ جہاں آپ میں سے کوئی بھی جا سکتا ہے۔ یہ ہیونز آپ کو پاکستان میں دستیاب نہیں ملیں گی بلکہ لندن، کینیڈا، جرمنی اور سوٹزرلینڈ جیسے ممالک میں دی جائیں گی۔ یہ سینٹر محض ایک مارشل آرٹس ٹریننگ سینٹر نہیں ہے۔ یہ ایم ایس ٹریننگ سینٹر ہے۔" وہ چند لمحات کے لیے خاموش ہوا تھا۔

''آپ کے ذہن میں اس وقت بہت سے سوالات چل رہے ہوں گے۔ اس کے لیے آپ اپنے تمام سوالات اس نوٹ پیڈ پر لکھ سکتے ہیں۔ جن کا جواب جلد ہی آپ

کو مل جائے گا۔"مومن ابراہیم نے ایک نوٹ پیڈ تمام سٹوڈینٹس کی جانب بڑھایا۔

''اس سینٹر کے اصول آپ سب پر لاگو ہوتے ہیں۔ان کی پیروی کرنا آپ پر فرض ہے۔مارشل آرٹس ایک کھیل ہے جس کے اصول آپ کو سیکھنے ہونگے اور پھر اس سے بہتر کر کے دکھانا ہوگا۔یہاں سے ہر سال سو کے قریب سٹوڈنٹس بلیک بیلٹس یا مارشل آرٹس کے کارندے بن کر نکلتے ہیں امید ہے آپ کا بھی یہ سال خوشگوار گزرے گا۔شکریہ۔"اور پھر وہ وہاں سے ہٹ گیا۔اس کے پیچھے تمام سٹوڈنٹس نے ہوٹنگ شروع کی تھی۔

www.novelsclubb.com

رات کے سیاہ آسمان پر ستاروں کا تھال بچھ گیا تھا۔سیاہ چادر پر منقیش کے موتیوں کا سا گمان ہونے لگا تھا۔سکندر ہاؤس کی اوپری منزل میں بنے اس کمرے کی بتی روشن تھی۔

"مجھے سیاہ رنگ پہننے سے منع کیا ہے اور خود سیاہ پہن رہی ہیں محترمہ۔" بالاج نے اس کے پیچھے کھڑے ہوتے آئینے میں نظر آتے اس کے عکس کو دیکھ کر چوٹ کی۔ وہ جو دونوں گالوں پر بلش ان لگا رہی تھی مسکرا کر کٹ واپس رکھی۔

"آپ تو غالباً مجھ سے زیادہ خوبصورت ہیں ناں۔ تو سیاہ رنگ آپ پر ہی جچ سکتا ہے ہم پر کہاں۔" بالاج نے اپنی امڈ آنے والی مسکراہٹ ضبط کی۔

""میری نظر سے دیکھو تو جانو کہ اس دنیا کا خوبصورت انسان کون ہے۔" وہ اس کا خوبصورت روپ آنکھوں میں سموئے بولا۔ جیا اٹھ کھڑی ہوئی۔

" چلیں ہمیں دیر ہو جائے گی ورنہ۔" وہ اب بیڈ پر بیٹھ کر ہیلز پہن رہی تھی۔ جو کافی لمبی تھیں۔ اس نے آج سے پہلے اتنی لمبی ہیلز نہیں پہنی تھیں۔

"اتنی اونچی ہیلز کیوں پہن رہی ہو۔؟ گر جاؤ گی۔" بالاج نے نتائج سے آگاہ کیا۔

"آپ کے زرا فے جتنے قد کا مقابلہ کرنے کے لیے۔" بالاج نے حیرت سے اپنے سامنے سیاہ ٹخنوں کو چھوتی فراک میں ملبوس جیا بالاج سکندر کو دیکھا جو اب بھی اس کے قد سے ایک انچ کم تھی۔ وہ ہنس دیا۔ جیا بھی اس کے ساتھ ہنس دی۔

"تم نے چوڑیاں نہیں پہنیں۔؟" بالاج کو اچانک خیال آیا۔

''آپ نے ہی منع کیا تھا۔" جیا کی بات پر بالاج نے حیرت سے آنکھیں کھولے اسے تکا جو منہ کے زاویے بگاڑے کانوں میں آویزے پہن رہی تھی۔

''میں نے کب منع کیا تھا۔؟" حیرت ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

"کسی نے کہا تھا اسے میری چوڑیوں کی کھنک سے کوفت ہوتی ہے۔ ان کی آواز بری لگتی ہے" بالاج نے چونک کر جیا کو دیکھا وہ ماضی میں کہی گئی بات آج تک یاد رکھے ہوئے تھی۔ اور لفظ بہ لفظ اسے لوٹا رہی تھی۔ کاش وہ ماضی کو بدل سکتا۔

"دیوانہ ہو گیا تھا جو تم سے ایسا کہا۔ تمہاری ان چوڑیوں کی کھنک تو میرے کانوں میں کسی میٹھے سُر کی مانند رس گھولنے لگتی ہے۔ جو شہد سے بھی زیادہ میٹھی ہے۔

" بالاج کی بات پر جیا کا قہقہہ چھوٹ گیا۔ وہ بالی وڈ اور ہالی وڈ کے ہیروز کو بھی کراس کر گیا تھا۔

"اتنے چیزی (Cheesy) ڈائیلاگس کہاں سے سیکھ رہے ہیں؟" جیا نے استفسار کیا "محبت سب سکھا دیتی ہے۔" بالاج نے باکس سے سیاہ رنگ کی چوڑیاں نکالیں اور جیا کا ہاتھ پکڑ کر پہنانا شروع کیں۔

"تو آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں؟" جیا نے لب دبائے کہا۔ وجہ اسے زچ کرنا تھا جس میں وہ کافی حد تک کامیاب ٹھہری تھی۔

"نہیں میرا دماغ خراب ہے جو تم سے محبت کروں گا۔" بالاج نے چوڑیاں اسکے دونوں ہاتھوں میں پہنا کر ستائشی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"ہزار عاشق دیکھے ہیں لیکن آپ کا مقام الگ ہے۔" جیا نے انگلی سے بالاج کے سینے پر دستک دی۔ بالاج نے اپنی نظروں سے اس کا صدقہ اتارا تھا۔ دبئی سے واپسی پر منہا اور علی نے خاص طور پر بالاج اور جیا کو اپنے گھر دعوت پر مدعو کیا تھا۔ وہ دونوں دعوت پر جانے کے لیے تیار تھے۔ یہ دعوت صرف چار لوگوں کی تھی۔ منہا، علی، اور بالاج سکندر ران کے علاوہ اس میں کوئی بڑا شریک نہ تھا۔

وہ اور انمول آج باہر نکلے تھے۔ دوپہر سے شام ہونے کو تھی لیکن ملک کی واپسی کی امید نہیں تھی۔ وہ مال میں بنی ایک راہداری میں چلی جا رہی تھی جب اسے لگا کہ ملک اس کے ساتھ نہیں ہے۔ وہ گھبرا کر پلٹی پیچھے ہی کچھ فاصلے پر وہ ایک لڑکی کے ہمراہ کھڑا تھا۔ لڑکی اپنی کوئی بات کہہ رہی تھی لیکن وہ مسکرا کر نفی میں سر ہلائے جا رہا تھا۔ انمول کے تلووں پر لگی سر پر بجھی۔ وہ تیزی سے ان کے قریب آئی۔ ملک کو بازو سے پکڑ کر اپنی جانب کھینچا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"جی باجی کیا مسلہ ہے آپ کے ساتھ ؟"انمول نے اپنے سامنے کھڑی اس اکیس بائیس سالہ لڑکی سے کہا۔وہ کبھی کسی سے بدلحاظی نہیں کیا کرتی تھی لیکن سامنے کھڑی وہ لڑکی اسے اپنی رقیب لگی۔

"باجی ؟؟" مخاطب لڑکی نے انمول کو سر تا پیر جانچا۔

"ہاں جی باجی۔اگر باجی نہیں تو کیا دودھ پیتی بچی ہو۔؟"انمول نے طنزاً کہا۔

"آریو سیریس میں آپ سے بھی کوئی 10 سال چھوٹی ہونگی۔"وہ شاید اس کی بات کو دل پر لے گئی تھی۔انمول نے ملک کی جانب دیکھا۔

"ایسی بات نہیں ہے بہن جی یہ بس آپ سے تین سال ہی بڑی ہونگی۔آآآ"ملک کی بات پر انمول نے زور سے اپنا فلیٹ ہیل والا پاؤں ملک کے جوگرز میں مقید پیروں پر مارا۔وہ تلملا وہ ہونہہ میں سر جھٹکتی آگے نکل گئی۔

''انمول رکیں انمول۔'' وہ اس لڑکی سے معذرت کرتا انمول کے پیچھے بھاگا جو منہ پھلائے آگے بڑھتی جا رہی تھی۔

''یار ایسا بھی کیا ہو گیا وہ مجھ سے کسی شاپ کا پوچھ رہی تھی۔'' انمول نے اس کی ایک نہ سنی۔

''تو تم سے ہی کیوں پوچھ رہی تھی ہزار مرد پھر رہے ہیں ان سے بھی تو پوچھ سکتی ہے ناں۔ اور تم بہت شوق ہے تمہیں اپنی یہ خوبصورت مسکراہٹ دوسروں کو دکھانے کا۔'' وہ اس کے سامنے ٹھہر گئی۔ ملک نے سوالیہ نگاہوں سے اسے تکا۔ وہ زیرِ لب کچھ پڑھ رہی تھی اگلا لمحہ شدید حیران کن تھا وہ ایڑھیوں کے بل اوپر اٹھی اور ملک کے چہرے پر پھونک ماری۔

''یہ سب کیا تھا انمول۔''

'' نظر بد سے بچنے کی بد دعا۔ کیا کروں لگ بھی تو اتنے حسین رہے ہو اگر کوئی جونک چمٹ گئی تو میرا کیا ہو گا۔'' ملک نے لب دبائے۔

"اسے میں تعریف سمجھوں۔؟" وہ اس کے ساتھ چلنے لگا تھا۔

"عقل مند کے لیے اشارہ ہی کافی ہے۔" ملک نے سر کے خم سے اپنی تعریف وصول کی تھی۔ اگلے چند لمحات میں وہ فوڈ کارٹ میں بیٹھے کھانا کھاتے دکھائی دے رہے تھے۔ غصہ، بغض وبغاوت کے ختم ہو جانے پر جو خوشی ملتی ہے اس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور وہ اس بات پر خوش تھی کہ اس کا بندہ اسے ایک ہزار مرتبہ بھی معاف کر سکتا تھا۔

وہ دونوں اس وقت تہہ خانے میں کھڑے تھے۔ جہانداد ملک کمر پر ہاتھ باندھے اپنے سامنے کھڑے ندیم کو سن رہے تھے۔ وہ انہیں اپنے منصوبے سے آگاہ کر رہا تھا۔ جہانداد ملک نے اثبات میں سر ہلاتے اس کی بات پر حامی بھری تھی۔

"ویسے آپ کو پتا چلا کہ شیر و کو کس نے مارا ہے؟" ندیم نے ساری بات بتانے کے بعد سرسری سا اعتراف کیا۔

،،نہیں لیکن اتنا ضرور معلوم ہے کہ یہ کسی دشمن کا کام ہے جو مجھے جانتا نہیں۔ کسی نے سنائپر کی مدد سے گولی چلائی تھی۔ آس پاس کی سی سی ٹی فوٹیجز بھی اسے پکڑنے میں ناکام رہی ہیں۔" جہاندار ملک نے جانچتی نگاہوں سے اسے پرکھا۔ وہ سپاٹ تاثرات چہرے پر سجائے اپنے گن ہولڈر میں پسٹل ڈال رہا تھا۔

،،اگر آپ کہیں تو میں کچھ مدد کروں آپ کی اس معاملے میں ؟"اس نے اوپر اوپر سے پوچھا۔ وجہ ان کی رائے معلوم کرنا تھا۔

"تمہیں جو کام دیا ہے فی الحال وہی کرو کوئی کوتاہی نہیں ہونی چاہئیے۔" جہانداد ملک کے کہنے پر وہ ادب سے سر ہلاتا تہہ خانے سے باہر نکلتا چلا گیا۔

ان کی نظروں نے دور تک اس کا پیچھا کیا تھا اور پھر ان کے فون پر کسی کی کال آنے لگی۔ انہوں نے فون کان سے لگایا۔ دوسری جانب سے کچھ کہا جانے لگا۔

www.novelsclubb.com

"ہیلو سر۔ایک اہم خبر ہے۔ندیم دارا، دارا بیگ کا پوتا ہے۔" جہانداد ملک کی آنکھیں ہر نئے لفظ کے ساتھ کھلتی جا رہی تھیں۔وہ انہیں اس کی تمام تو تفصیلات سے آگاہ کر رہا تھا۔

آج کی دنیا میں وفاداری، پیار اور محبت کچھ نہیں ہوتا سب دغا، نفرت اور دھوکہ ہوتا ہے۔یہ انسان کو ڈس لیں تو وہ کہیں کا نہیں رہتا۔بے وفائی کا غم ہڈیوں میں بیٹھنے لگتا ہے تو انسان ناکارہ ہو جاتا ہے۔وہ بھی رفتہ رفتہ ختم ہو رہے تھے۔ان کی طاقت ختم ہوتی جا رہی تھی۔

____

"اتنی جلدی میں کہاں جا رہے ہو تم۔؟"انمول نے ملک کو باہر جاتا دیکھ کر پوچھا تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"ایک ضروری کام ہے آپ دروازہ اندر سے بند کرلیجئے گا۔" وہ ٹیبل سے کیز اٹھاتا اپارٹمنٹ سے باہر نکل گیا تھا۔ پیچھے انمول نے آکر دروازہ بند کرلیا تھا۔ ملک نیچے پارکنگ ایریا میں کھڑی ایک گرے رنگ کی ایک گاڑی کے قریب آیا۔

''ہیلو مومن۔" ملک نے گاڑی میں بیٹھ کر مومن کو کال لگائی۔

"جی بھائی۔سب خیریت ہے نا۔؟"مومن نے چھوٹتے ہی استفسار کیا۔

''ہاں سب ٹھیک ہے تم بتاؤ فریال کیسی ہے۔؟"ملک نے اگنیشن میں چابی گھمائی۔

"وہ ٹھیک ہے بھائی آج اسے ڈسچارج کردیا جائے گا۔" ملک نے مومن کی بات پر گہری سانس خارج کی۔

"اچھا سنو۔بسمہ شارق کو کسی کے بھی علم میں لائے بغیر غائب کردو۔کسی کو بھی وہ اس زمین پر نظر نہ آئے۔"مومن نے حیرت سے فون کو گھورا۔

‘‘میں کوئی جادو گر یا بچوں کو کرتب دکھانے والا نہیں ہوں جو میری ایک پھونک سے ہی وہ غائب ہو جائے گی۔"مومن نے توجیہہ پیش کی۔

‘‘مومن میں سیریس ہوں اس وقت میں نے جیسا کہا ہے وہ کرو۔بسمہ شارق کی جان کو خطرہ ہے۔"ملک نے سختی سے اسے ٹوکا۔وہ پل میں سنجیدہ ہوا تھا۔

"اسے کس سے خطرہ ہو سکتا ہے ہے۔؟"

"خطرہ اور مصیبتیں بتا کر نہیں آتیں۔اگلی صبح کا سورج طلوع ہونے سے قبل وہ مجھے کہیں بھی نظر نہ آئے۔"ملک کی آواز میں بے بسی بھرا غصہ تھا۔

‘‘بھائی۔۔؟"مومن نے اسے آواز دی۔اس کی آواز میں تنبیہہ تھی۔ملک نے دو انگلیوں سے ماتھا مسلا وہ مومن سے جھوٹ نہیں بول سکتا تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

تہہ خانے میں موجود اس کمرے تک آؤ تو نیلی دیواریں ساکت آنکھوں سے صوفیہ ابراہیم کو دیکھ رہی تھیں۔ وہ دروازے کے قریب کھڑی کھانس رہی تھیں۔ ان کے گلے میں کچھ اٹکنے لگا تھا۔ وہ دیوار پر ہاتھ رکھے دوہری ہوتی جا رہی تھیں۔

"اللہ تمہیں غارت کرے جہانداد ملک۔" ان کے لبوں پر لفظوں کی گردان تھی۔ ان کو لگ رہا تھا جیسے ابھی ملک الموت وارد ہو جائے گا اور وہ بد قسمتی کا ٹیگ ماتھے پر سجائے اس دنیا فانی سے رخصت ہو جائیں گی۔ قیدِ قفس سے رہائی ممکن نہیں ہوتی لیکن ایک شے انہیں رہائی دلوا سکتی تھی۔

'موت' جو اس دنیا کے جھمیلوں سے رہائی دلوا دے۔

کچھ دیر پہلے ہونے والی ندیم اور جہانداد ملک کے درمیان گفتگو وہ سن چکی تھیں۔ کھانسی کا دورا شدید تھا۔ اب ان میں بولنے کی سکت بھی باقی نہیں بچی تھی۔ تبھی نیلی دیواروں میں مقیم لوہے کا دروازہ کھلا اور نو وارد نے اپنا قدم اندر رکھا۔ صوفیہ ابراہیم کی آنکھیں باہر سے آتی روشنی کے باعث چندھیا گئی تھیں۔

www.novelsclubb.com

"مومن۔۔میرے بیٹے۔" سرگوشی کی مانند الفاظ ان کے حلق سے نکلے تھے۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

سورج سکندر ہاؤس پر طلوع ہوا تو چڑیوں نے چہچہاتے ہوئے اپنے گھونسلوں سے باہر قدم رکھا۔ فجر گزر چکی تھی۔ جھٹپٹے کا وقت ہو رہا تھا۔ جیا کی آنکھ ایک برے خواب کے زیر اثر کھلی تھی۔ خواب وجدان ہوتے ہیں یہ ہمیں اشارہ دیتے ہیں، خبردار کرتے ہیں۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اب اس کی زندگی میں مزید کیا برا ہونے والا تھا۔ اس نے ایک نظر دوسری جانب پرسکون سوئے ہوئے بالاج کو دیکھا اور پھر وہ اٹھ کر باہر نکل آئی۔ اندھیرا چھٹ رہا تھا۔ سورج کی پہلی کرنیں زمین پر پڑنے لگی تھیں۔ وہ ننگے پاؤں لان کے نرم اور ٹھنڈے گھاس پر چہل قدمی کر رہی تھی۔ دل عجیب بے چین سا ہو رہا تھا۔ ثانیہ بیگم اور معید سکندر بھی یہاں نہیں تھے۔ نائلہ جعفری کی طبیعت ناساز ہونے کی وجہ سے وہ لاہور گئے ہوئے تھے۔ وہ کافی دیر وہاں گھاس پر چہل قدمی کرتی رہی۔ صبح کا موسم اسے تازگی بخش رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بسمہ شارق ہسپتال سے نکلی تھی۔ وہ اس وقت سفید رنگ کی ہیلز پر سبز رنگ جا ڈریس پہنے ہوئے تھی۔ موبائل ٹون کی آواز پر اس نے موبائل سامنے کیا پھر میسج کھول کر دیکھا۔

"آپ اس وقت جہاں بھی ہیں فوراً سے سینٹر پہنچے۔ آپ کے ارد گرد خطرہ ہے۔" بسمہ نے میسج پڑھتے سر اٹھا کر ادھر ادھر دیکھا۔ وہ سڑک کے بیچ و بیچ آ چکی تھی۔ لیکن وہاں تو کوئی ٹریفک کوئی گاڑی نہ تھی جس سے اس کو خطرہ ہوتا۔ صرف ہاسپٹل کے پارکنگ ایریا میں لوگوں کا رش تھا۔ وہ میسج پڑھتے پڑھتے سڑک کے درمیان میں نکل آئی تھی۔ اس نے میسج واپس بھیجنے کے لیے سر موبائل سکرین پر جھکایا۔ جب کوئی گاڑی تیزی سے اس کی جانب آئی تھی۔ دو سیکنڈ لگے تھے اور پھر سڑک پر سرخ سیال بہتا سیاہ تارکول کی سڑک کو بھگونے لگا۔ سفید ہیلز پل میں

سرخ ہوئی تھیں اور تبھی کوئی شخص اس کی جانب بڑھتے لوگوں کے رش کو چیرتا آگے آیا تھا۔وہ سفید شرٹ پہنے نیلی جینز میں ملبوس تھا۔

فون کی تیز گھنٹی نے اسے گہری نیند سے بیدار کیا۔نیند میں خلل ڈالنے کے لیے چھے سات میسجز ایک ساتھ وصول ہوئے تھے شاید۔وہ آنکھیں مسلتا کسلمندی سے اٹھ بیٹھا۔سائیڈ ٹیبل سے ہاتھ بڑھا کر موبائل پکڑا اور سکرین روشن کی۔چند پل کے لیے آنکھیں چندھیا گئی تھیں لیکن پھر سب ٹھیک ہو گیا۔آنکھ کے سامنے کا منظر ایک دم شفاف تھا۔اس نے واٹس ایپ پر کسی نئی چیٹ سے آئے میسجز کو کھولا۔دھندلی ہوئی وہ کوئی تصاویر تھیں۔انہوں نے ڈاؤنلوڈ ہونے میں وقت لیا۔ایک دو تین چار پانچ سیکنڈ اور پھر وہ تصاویر واضح ہوئیں۔بالاج جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھا۔آنکھیں مسلیں۔اور دوبارہ سکرین کو دیکھا۔یقین کرنا مشکل تھا کہ وہ

www.novelsclubb.com

تصاویر جیا بالاج سکندر کی تھیں۔ بالاج کے جبڑے بھینچ گئے۔ دماغ سن ہونے لگا۔ نیچے ایک پیغام جگمگا رہا تھا۔

" بالاج سکندر۔ وہ بندہ جو کسی دوسرے شخص کی اترن برداشت نہیں کرتا وہ ایک بدکردار اور کسی دوسرے کی چھوڑی ہوئی لڑکی کو کیسے اپنے زندگی میں برداشت کر سکتا ہے۔ "

" کون ہو تم۔؟" بالاج کا بس نہیں چل رہا تھا۔ اس شخص کو اپنے سامنے لا کھڑا کرتا۔ میسج جیسے واپس بھیجا آگے سے سین ہونے کے بعد بھی کوئی رپلائے نہیں آیا تھا۔

www.novelsclubb.com

بالاج کے دماغ کی رگیں پھولنے لگیں۔ سر بھاری ہونے لگا۔ اس نے اسی نمبر پر کال ملائی لیکن بے سود۔ وہ برق رفتار کے ساتھ اٹھ بیٹھا۔ اس کی نظر دوسری جانب جیا کے خالی بستر پر گئی۔ کہاں تھی وہ؟ پہلا سوال جو اس کے ذہن میں اٹھا تھا۔

"جیا۔ جیا۔ جیا۔" وہ اونچی آواز میں اسے آوازیں دیتا کمرے سے باہر نکلا۔

جیا سیڑھیاں چڑھتی اوپر آ رہی تھی۔ گھبرا کر بالاج کی جانب دیکھا۔

''کیا ہوا بالاج آپ۔۔۔؟'' بالاج نے اسے بازو سے تھام کر اپنے سامنے کھڑا کیا۔

''بالاج چھوڑیں مجھے۔'' اسکے بازو میں درد شروع ہوا تھا۔ بالاج کی جارحانہ گرفت بہت سخت تھی۔

''یہ سب کیا ہے جیا۔؟'' بالاج نے موبائل کی روشن سکرین اس کی جانب کیا۔

''کیا۔؟'' جیا نے سکرین کی جانب دیکھا۔ اگلے ہی لمحے اس کی آنکھیں ابل باہر آئی تھیں۔ چہرے پر خوف کا سمندر امڈ آیا۔ جیا نے ہراساں نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔

www.novelsclubb.com

''یی۔ یہ۔'' آن کی آن آنسوؤں نے سیاہ نین کٹوروں کا احاطہ کیا تھا۔ وہ پلک جھپکنا بھول چکی تھی۔ وہ تصاویر اس کی اور وہاج کی تھیں۔ مسلہ وہ چہرے نہیں تھے بلکہ ان میں نظر آتے سین تھے۔ کہیں وہ وہاج کے بہت قریب بیٹھی ہوئی تھی۔ کہیں

وہ دونوں یونی کے کیفے ٹیریا میں تھے۔ان تصاویر کو وہ جھٹلا سکتی تھی۔ لیکن ان سب کے ساتھ اس ہوٹل سوئیٹ کی تصاویر بھی تھیں۔جو کچھ اس طرح لی گئی تھیں کہ دیکھنے والا ان پر اعتراض ضرور اٹھاتا۔یہ کیا ہو رہا تھا۔

''کچھ تو بولو جیا۔ کہہ دو یہ سب جھوٹ ہے۔" بالاج کی آواز ابھری۔مان ٹوٹ جانے کا غم موت کے مترادف ہوتا ہے۔اس وقت بالاج کو بھی وہی خوف اپنے حصار میں لے رہا تھا۔

''بب۔با۔لاج۔یہ۔ایسا کچھ نہیں۔ہے۔یہ "اس کی زبان سے الفاظ نکلنے سے انکاری تھے۔

www.novelsclubb.com

''ہاں یا ناں جیا سکندر؟" بالاج نے زور سے موبائل سامنے دیوار میں دے مارا۔جیا سہم کر پیچھے ہٹی۔ بالاج کا ایک نیا روپ اس کے سامنے آشکار ہو رہا تھا۔

''ایسا نہیں ہے بالاج۔یہ تصویریں جھوٹی ہیں۔"اس کی زبان اور آنکھیں ایک دُوجے کے خلاف تھیں۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

''جیا بالاج سکندر۔ہاں یاناں۔" بالاج نے اسے دونوں کندھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑا۔

''ہہ۔ہاں۔"جیا بامشکل بولنے کے قابل ہوئی تھی۔بالاج کے کندھے ڈھلک گئے۔آنکھوں میں بے یقینی سمٹ آئی۔مرد اپنی عورت سے وفا کے سوا مانگتا ہی کیا ہے۔

''واہ جیا سکندر واہ۔" بالاج نے ایک دم اپنے ہاتھ پیچھے کر لیے۔

''لیکن یہ سب آدھا۔۔۔"

''خاموش!!"بالاج کی دھاڑ پر وہ لب کاٹتی خاموش ہوئی۔

''کتنے مان سے میں نے کہا تھا کہ بالاج سکندر مرناتو قبول کر سکتا ہے لیکن کسی دوسرے شخص کی اترن کبھی نہیں۔"اسے وہ دن یاد آیا۔اسے حریم ناز یاد آئی تھی۔اسے عالیہ جعفری یاد آئی تھی۔ہاں عالیہ کے جذبات اس سے مخفی نہیں

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

تھے۔اور ایک اس کے سامنے کھڑی عورت تھی جسے اس نے دنیا کی لاکھوں لڑکیوں پر ترجیح دی تھی۔وہ جسے اس نے ہاتھ کا چھالا بنایا تھا۔

"کیوں جیا سکندر کیوں؟" بالاج نے نفی میں سر ہلایا۔جیا کا نیا روپ اس پر کھلا تھا۔

"اس بار بھی تم ہی کیوں جیا سکندر؟" بالاج کی آنکھ سے آنسو نکلا۔جیا نے تڑپ کر اس کا ہاتھ تھامنا چاہا۔لیکن وہ اسے کسی اچھوت کی مانند جھٹک کر دور ہوا تھا۔جیا کے دل کو اچھو کا لگا۔

"با۔لاج۔" وہ رو رہی تھی تڑپ رہی تھی۔

"تو تم نے ثابت کر دیا جیا سکندر کہ تم ایک ملک کا ہی خون ہو۔جس کی رگوں میں اپنوں سے دغا دوڑتی ہے۔بے وفائی تو تمہارے خون میں شامل ہے۔میں نے کیوں تم پر اعتبار کیا جیا سکندر کیوں۔" بالاج کی بات پر وہ دم بخود ساکت رہ گئی تھی۔اسے یقین نہیں آیا کہ اسکے سامنے کھڑا شخص وہ ہی تھا جس نے چند ماہ قبل اس سے کہا تھا کہ وہ اس پر خود سے زیادہ یقین رکھتا ہے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

گاڑی سنسان سڑک پر دوڑ رہی تھی اور پھر اس کی رفتار آہستہ آہستہ کم ہوتی گئی۔ وہ فون کان سے لگائے ہوئے تھا۔ کال پر دوسری جانب مومن ابراہیم کی آواز گونج رہی تھی۔ ملک سب سے جھوٹ بول سکتا تھا لیکن مومن ابراہیم سے ہر گز نہیں۔

"بھائی اگر آپ پر ایک کھروچ بھی آئی تو میں اسے چھوڑوں گا نہیں۔" ملک دھیمے سے مسکرا دیا۔

"فکر کیوں کرتے ہو میرے بھائی۔ وہ شخص میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔"

"پھر بھی میں بتائے دے رہا ہوں۔" مومن کی آواز میں فکر تھی۔ ملک اس کے لیے جان سے بھی زیادہ عزیز تھا۔

"تمہیں یاد ہے ناں وہاج ملک نے مجھے کیا کہا تھا۔؟" ملک کی بات پر مومن کا ذہن پیچھے کی جانب دوڑنے لگا۔

"میں اچھے سے جانتا ہوں کہ تم کون ہو۔ تمہارا میرے باپ سے کیا رشتہ ہے۔ تو سنو 'ملک 'تم ماہیر سکندر ہو۔ صدف ملک کے بیٹے، میرے باپ کے بھانجے اور جیا سکندر کے سگے بھائی ہو تم۔ لیکن افسوس تمہارا یہ تعارف کسی کام کا نہیں۔"

''وہاج کے وہ الفاظ آج بھی مجھے یاد ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ میرا تعارف میرے کسی کام کا نہیں وہ یہ نہیں جانتا کہ ماہیر سکندر کیا بلا ہے۔" وہ مسکرا رہا تھا۔ اس کی مسکراہٹ بہت خوبصورت تھی۔ اور اگر تم اس کا چہرہ دیکھو تو تمہیں جیا سکندر کا عکس نظر آئے گا۔

"میں تم سے بعد میں بات کرتا ہوں مومن۔" ملک کی نگاہیں ونڈو سکرین سے باہر ٹکی ہوئی تھیں۔ گاڑی کی رفتار ایک دم سے تیز ہوئی اور پھر۔۔

"ہیلو بھائی۔۔؟ بھائی آپ ٹھیک تو ہیں ناں" مومن کو دوسری جانب سے گاڑی کے ٹائروں کی بری طرح چڑچڑانے کی آواز سنائی دی۔ مومن کا دل کانپ کر رہ گیا

۔کیا واقعی اس کی زندگی میں خوشیاں اس سے روٹھ چکی تھیں جو ہر جان سے عزیز سے شخص کو وہ کھوتا چلا آ رہا تھا۔اس کے ماتھے سے پسینہ ٹپکنے لگا۔

دن کے اجالے میں اپارٹمنٹ میں قدم رکھو تو کوئی بھی بتی تمہیں روشن نہیں نظر آئے گی۔ بھلا اجالوں میں بتیوں کا کیا کام۔؟

وہ جھاگ بناتی سنک میں پڑے برتنوں کو دھوئے جا رہی تھی۔جب اس کا موبائل بزر ہوا۔وہ دوپٹے سے ہاتھ خشک کرتی موبائل کے پاس آئی۔ مومن کے نام سے آتی کال پر اس نے لب بھینچے۔پھر کسی سوچ کے تحت اس نے سبز بٹن دبا کر فون کان سے لگایا۔

''کیوں فون کیا ہے ؟" وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"ہیلو انمول۔ بھائی پر قاتلانہ حملہ ہوا ہے۔ وہ اس وقت ہاسپٹل میں ہیں۔" مومن کے رندھے ہوئے لہجے پر اس کا ہاتھ بے ساختہ اپنے دل پر پڑا تھا۔ دوسری جانب سے کال کاٹ دی گئی۔

"دعا کریں میری موت کی دعا کہ کاش میں مر جاؤں۔" انمول نے سسکیوں کا گلا گھونٹنے کی خاطر منہ پر ہاتھ رکھا۔ آنسو گال بھگونے لگے تھے۔

"کاش اس رات تم بھی مر جاتے ملک۔ پھر دعا کریں میری موت کی دعا کہ کاش میں مر جاؤں۔ کاش اس روز تم بھی مر جاتے۔" الفاظ وخیالات گڈمڈ ہو رہے تھے۔ آنسو گالوں پر بہہ رہے تھے اور وہ ساکت سی کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے تو کبھی اسے بد دعا نہیں دی تھی تو کیا اس دن بھولے سے کہی ہوئی بات عرش تک جا پہنچی تھی۔؟ وہ نیچے بیٹھتی چلی گئی۔

﴿جاری ہے﴾

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM